قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر۔ ابو سعید

Online Edition

سوموار 18 اکتوبر 2021ء | 11 ربیع الاول 1443 ہجری قمری | 18 اخاء 1400 ہجری شمسی | جلد:3 | شمارہ:247

ارشاد باری تعالیٰ

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾

(التوبہ:128)

ترجمہ: یقیناً تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک رسول آیا۔ اسے بہت شاق گزرتا ہے جو تم تکلیف اٹھاتے ہو اور وہ تم پر بھلائی چاہتے ہوئے حریص رہتا ہے۔ مومنوں کے لئے بے حد مہربان اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

فرمان خلیفہ وقت

جماعت احمدیہ کے نزدیک ختم نبوت کی تعریف

اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب مسلمانوں کی ایسی حالت ہو جائے گی، جب مسلمانوں کے دل آپس میں پھٹ جائیں گے، قُلُوْبُهُمْ شَتّٰى کی حالت ہو گی، مسلمان ایک دوسرے کے گلے کاٹیں گے۔ نام نہاد علماء جن کے پاس مسلمان لوگ یہ سمجھ کر کہ ان کے پاس ہدایت ہے ہدایت کے لئے جائیں گے تو ان علماء کی بھی یہی حالت ہو گی کہ وہ بھی انہی کاموں میں مصروف ہوں گے جو خدا تعالیٰ سے دُور لے جانے والے ہیں بلکہ عام لوگوں سے بھی بدتر ان کی حالت ہو گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ عُلَمَآئُهُمْ شَرٌّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَآءِ۔ یعنی علماء آسمان کے نیچے بسنے والی مخلوق میں سے بدترین مخلوق ہوں گے۔ (الجامع لشعب الایمان للبیہقی جلد 3 صفحہ 317-318 حدیث 1763 مطبوعہ مکتبۃ الرشد بیروت 2004ء) کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ یہ فتنے پیدا کرنے والے ہوں گے۔ ان میں سے فتنے پھوٹیں گے۔ اور یہی ہم آج علماء کی اکثریت میں دیکھ رہے ہیں کہ بجائے آگ بجھانے کے یہ لوگ آگ لگانے والے ہیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حالت کا نقشہ کھینچ کر بتایا تھا کہ اس حالت میں اسلام کا درد رکھنے والے مسلمان مایوس نہ ہوں ایسے وقت میں مسیح موعود اور مہدی معہود آئے گا جو اپنے آقا و مطاع کے کامل غلام کی حیثیت سے مسلمانوں کو بھی، غیر مسلموں کو بھی اسلام کی حقیقی تعلیم سے آگاہ کرے گا اور اسلام کی خوبصورت اور روشن تعلیم سے دنیا کو روشن کرے گا اور پھر سے اُمّت واحدہ بنائے گا۔ لیکن جیسا کہ میں نے کہا اسی بات سے یہ علماء انکاری ہیں اور لوگوں کو بھی، عامۃ المسلمین کو بھی غلط باتیں بتا کر فساد کی صورت پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لوگوں کے جذبات سے کھیلتے ہیں۔ اور انہیں وہ باتیں فساد پیدا کرنے کے لئے بتاتے ہیں کہ جن کا وجود ہی نہیں ہے۔

ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہے اور اس پر کامل ایمان کے بغیر کوئی مسلمان مسلمان کہلا ہی نہیں سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

بقیہ صفحہ 9 پر

اس شمارہ میں

- دربارِ خلافت
- حمد رب العالمین (منظوم)
- خلاصہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ
- خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک درود کیسے پہنچتا ہے؟

عَنِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰٓئِكَةً سَيَّاحِيْنَ يُبَلِّغُوْنَنِيْ مِنْ اُمَّتِيَ السَّلَامَ

(سنن نسائی کتاب عمل الیوم واللیلۃ باب فضل السلام علی النبیؐ)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتے ایسے ہیں جو زمین پر پھرتے رہتے ہیں۔ اور وہ مجھے میری امت کی طرف سے سلام پہنچاتے ہیں۔

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

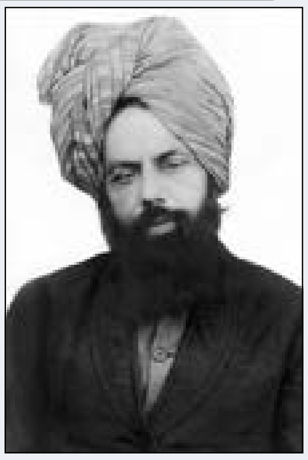

ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دُعاوں کا اثر

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مُردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہوگئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے۔ اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے۔ اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے۔ اور دُنیا میں یکدفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا۔ اور نہ کسی کان نے سُنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دُعائیں ہی تھیں جنہوں نے دُنیا میں شور مچا دیا۔ اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اُس اُمی بیکس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ بِعَدَدِ هَمِّهٖ وَغَمِّهٖ وَحُزْنِهٖ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ وَاَنْزِلْ عَلَيْهِ اَنْوَارَ رَحْمَتِكَ اِلَى الْاَبَدِ۔

(برکات الدعا، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 10-11)

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور فضیلت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’آپ کے اعمال خدا کی نگاہ میں اس قدر پسندیدہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے یہ حکم دیا کہ آئندہ لوگ شکر گزاری کے طور پر درود بھیجیں۔ آپ کی ہمت و صدق وہ تھا کہ اگر ہم اوپر یا نیچے نگاہ کریں، تو اس کی نظیر نہیں ملتی۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 24 ایڈیشن 1988)

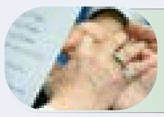

دربارِ خلافت

یہ چہرہ ہرگز جھوٹوں کا نہیں ہوسکتا

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

حضرت چوہدری غلام رسول صاحب بسراء بیان کرتے ہیں کہ دسمبر 1907ء جلسہ سالانہ کا واقعہ ہے کہ جمعرات کی شام کو معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام صبح باہر سیر کو جائیں گے۔ اُس وقت دستور یہ تھا کہ جب بہت بھیڑ ہو جاتی تھی تو آپ کے گرد بازوؤں کا حلقہ باندھ دیتے تھے۔ (یہ واقعہ شاید پہلے بھی کہیں بیان ہو چکا ہے، کسی جگہ مَیں نے بیان کیا، لیکن بہر حال اس سے پھر اُن لوگوں کا ذوق اور شوق اور پھر خدمت اور ایک نظر آپ کو دیکھنے کا اظہار ہوتا ہے، کس طرح لوگ حلقہ باندھ لیتے تھے۔) کہتے ہیں کہ جب بہت بھیڑ ہو جاتی تھی تو آپ کے گرد بازوؤں کا حلقہ باندھ دیتے تھے اور آپ اس حلقے کے بیچ میں چلتے تھے۔ ایک دائرے کی شکل میں لوگ ہاتھ پکڑ کے آپ کو بیچ میں لے لیتے تھے تا کہ زیادہ رَش کی وجہ سے دھکے نہ لگیں۔ چنانچہ مَیں نے اپنے ہمرائیوں مولوی غلام محمد گوندل امیر جماعت احمدیہ چک نمبر 99 شمالی، چوہدری میاں خانصاحب گوندل اور چوہدری محمد خانصاحب گوندل مرحوم سے صلاح کی کہ اگر خدا نے توفیق دی تو صبح جب آپ باہر سیر کو نکلیں گے تو ہم آپ کے گرد بازوؤں کا حلقہ بنائیں گے۔ اس طرح پر ہم حضور کا دیدار اچھی طرح کرسکیں گے۔ اصل مقصد ایک پہرہ بھی تھا ایک دیدار بھی تھا۔ صبح جب ہم نماز فجر سے فارغ ہوئے تو تمام لوگ حضور کے انتظار میں بازار میں اکٹھے ہونے شروع ہو گئے۔ یہ مکمل پتہ تو نہیں تھا کہ حضور کس طرف باہر سیر کو تشریف لے جائیں گے۔ لیکن جس طرف سے ذرا سی بھی آواز اُٹھتی کہ آپ اُس طرف باہر سیر کو تشریف لے جائیں گے لوگ اس طرف ہی پروانہ وار دوڑ پڑتے۔ کچھ دیر اسی طرح ہی چہل پہل بنی رہی۔ آخر پتہ لگا کہ حضور شمال کی جانب ریتی چھلے کی طرف باہر سیر کو تشریف لے جائیں گے۔ ہم لوگوں نے بھی جو آگے ہی منتظر تھے، کپڑے وغیرہ کَس لئے اور تیار ہو گئے کہ جس وقت حضور بازار سے باہر دروازے میں تشریف لے آئیں گے اُسی وقت ہم بازوؤں کا حلقہ بنا کر آپ کو بیچ میں لے لیں گے۔ ہم اس تیاری میں تھے کہ کیا دیکھتے ہیں کہ آپ ایک بہت بڑے جم غفیر کے درمیان آرہے ہیں۔ بہت زیادہ لوگ ہیں اور اس جمگھٹے نے ہمارے ارادے کو خاک میں ملا دیا اور روندتا ہوا آگے چلا گیا۔ اتنا رش تھا کہ ہم قریب پہنچ ہی نہ سکے۔ ریتی چھلے کے بڑھ کے مغرب کی طرف ایک لسوڑی کا درخت تھا، آپ اس لسوڑی کے درخت کے نیچے کھڑے ہو گئے اور وہاں سے آپ لوگوں سے مصافحہ کرنے لگ پڑے۔ کسی نے کہا کہ حضرت صاحب کے لئے کرسی لائی جاوے تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی کہہ دیا ہے کہ لوگ بڑی کثرت میں تیرے پاس آئیں گے۔ لیکن (یہ پنجابی کا الہام ہے کہ) تو اکّیں نہ اور تھکیں نہ۔ (رجسٹر روایات صحابہ (غیر مطبوعہ) رجسٹر نمبر 1 صفحہ نمبر 71 روایت حضرت چوہدری غلام رسول صاحب بسراءؓ)۔ یعنی گھبرانا بھی نہیں ہے، بیزار بھی نہیں ہونا اور لوگوں کے رش سے اور ملنے ملانے سے تھکنا بھی نہیں ہے۔ وہیں پھر ان کو بھی موقع ملا۔

پھر حضرت ڈاکٹر عمر دین صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھے تو حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مصافحے کی اس قدر پیاس تھی کہ کئی دفعہ ہجوم کی لاتوں سے گزر کر مصافحے کرتا رہتا پھر بھی طبیعت سیر نہ ہوتی تھی۔ (بعض دفعہ دھکے بھی پڑتے۔ مشکل بھی پڑتی لیکن بہرحال کوشش کر کے مصافحے کی کوشش کرتے)۔

(رجسٹر روایات صحابہ (غیر مطبوعہ) رجسٹر نمبر 1 صفحہ نمبر 184 روایت حضرت ڈاکٹر عمرالدین صاحبؓ)

حضرت ڈاکٹر عبداللہ صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ جب مَیں قادیان بٹالہ سے جا رہا تھا تو اُسی وقت ایک بوڑھے نابینا احمدی بھی قادیان جانے والے تھے۔ انہوں نے کہا کہ کسی یکّہ پر کوئی جگہ میرے لئے ہے؟ اُس پر مَیں نے کہا کہ آپ ہمارے یکّہ میں آجائیں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں میرے پاس ایک اُٹھنّی موجود ہے مَیں اپنے خرچ پر قادیان جاؤں گا۔ یعنی انہوں نے اُن کو مفت آفر کی تھی کہ آجائیں۔ جگہ ہے۔ آپ ہمارے ساتھ بیٹھ جائیں تو انہوں نے کہا نہیں اس طرح نہیں۔ میرے پاس کرائے کے پیسے ہیں۔ مَیں پیسے دے کر جاؤں گا۔ اس سے منجملہ وقار اور غیرت اور سوال سے نفرت کے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ لوگ باوجود اس غربت کے اپنی زندگی اسی میں پاتے تھے کہ بار بار قادیان آئیں۔ (رجسٹر روایات صحابہ (غیر مطبوعہ) رجسٹر نمبر 2 صفحہ نمبر 109-110 روایت حضرت ڈاکٹر عبداللہ صاحبؓ)۔ یعنی ایک تو نابینا شخص کی غیرت تھی، کوئی سوال نہیں، یعنی سوال سے نفرت ہے۔ دوسرے یہ کہ کوشش کر کے پیسے جمع کرتے تھے اور پھر بار بار قادیان آنے کی کوشش کرتے تھے تا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت سے فائدہ اُٹھا سکیں۔ حضرت میاں چراغ دین صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ حکیم احمد دین صاحبؓ جب حضور کی ملاقات کے لئے لاہور جانے لگے تو مَیں نے اُنہیں مخول کیا، یعنی مذاق میں کہا۔ حکیم صاحب نے کہا کہ یار! تم اپنے آدمی ہو کر مخول کرتے ہو۔ یہ بات سُن کر مجھے کچھ شرم سی محسوس ہوئی اور میرا دل نرم ہو گیا۔ ان کے کہنے پر مَیں بھی حضور کو دیکھنے کے لئے ساتھ چل پڑا۔ (اُس وقت یہ احمدی نہیں تھے، انہوں نے مذاق کیا، حکیم صاحب کو کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھنے جا رہے ہیں۔ کوئی ایسی بات کی ہو گی۔ خیر انہوں نے اُن کو کچھ احساس دلایا تو ان کو شرم آئی۔ کہتے ہیں بہرحال مَیں بھی پھر ساتھ چل پڑا) مگر بیعت کا ہرگز کوئی ارادہ نہیں تھا (ساتھ تو چلا گیا لیکن بیعت کا ارادہ نہیں تھا) جب خواجہ کمال الدین صاحب کے مکان پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضرت صاحب کی طبیعت علیل ہے۔ مخلوق بے شمار تھی۔ حضور کی خدمت میں کسی نے عرض کیا کہ ہجوم بہت زیادہ ہے حضور کی زیارت کرنا چاہتا ہے۔ حضور نے باری سے یعنی کھڑکی سے سر نکالا۔ مَیں نے اندازہ لگایا کہ یہ چہرہ ہرگز جھوٹوں کا نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ مَیں نے بیعت کر لی۔

(رجسٹر روایات صحابہ (غیر مطبوعہ) رجسٹر نمبر 9 صفحہ نمبر 336 روایت حضرت میاں چراغ دین صاحبؓ)

(خطبہ جمعہ 4/ مئی 2012ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

حمد رب العالمین

کس قدر ظاہر ہے نور اُس مبدء الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا
چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بے کل ہوگیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمال یار کا
اُس بہارِ حُسن کا دل میں ہمارے جوش ہے
مت کرو کچھ ذکر ہم سے تُرک یا تاتار کا
ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا
چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں
ہر ستارے میں تماشا ہے تری چمکار کا
تونے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک
اس سے ہے شورِ محبت عاشقانِ زار کا
کیا عجب تو نے ہر اک ذرّہ میں رکھے ہیں خواص
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر اُن اسرار کا
تیری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں
کس سے کھل سکتا ہے پیچ اس عقدۂ دشوار کا
خوبرویوں میں ملاحت ہے ترے اس حسن کی
ہر گُل و گلشن میں ہے رنگ اُس تری گلزار کا
چشمِ مست ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خم دار کا
آنکھ کے اندھوں کو حائل ہوگئے سو سو حجاب
ورنہ تھا قبلہ ترا رُخ کافر و دیندار کا
ہیں تری پیاری نگاہیں دلبرا اِک تیغ تیز
جن سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غمِ اغیار کا
تیرے ملنے کے لیے ہم مل گئے ہیں خاک میں
تا مگر درماں ہو کچھ اِس ہجر کے آزار کا
ایک دم بھی کل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا
جاں گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا
شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لے جلدی خبر
خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

(درثمین)

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 15/ اکتوبر 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے

☆…حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے واقعات کا مختلف مؤرخین وسیرت نگاروں کے حوالہ جات سے تفصیلی ذکر ☆…حال کے بعض مؤرخین وسیرت نگار حضرت عمرؓ کے قتل کو باقاعدہ طے شدہ منصوبہ اور سازش قرار دیتے ہیں ☆…خلفاء پر کوئی ایسی مصیبت نہیں آئی جس سے انہوں نے خوف کھایا ہو اور اگر آئی تو اللہ تعالیٰ نے اُسے امن سے بدل دیا ☆…قرآن مجید کے صراحتاً حکم سے استدلال کے تحت نماز کے وقت پہرے کا انتظام کرنا نماز کے اُصول یا وقار کے خلاف نہیں

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت خلیفۂ راشد فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 15/ اکتوبر 2021ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسّط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔ جمعہ کی اذان دینے کی سعادت فیروز عالم صاحب کے حصے میں آئی۔تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے حوالے سے صحیح بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا تھا کہ حضرت عمرؓ پر حملے کے وقت نماز فجر کی ادائیگی کی گئی جبکہ صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا زیادہ خون بہنے کے باعث غشی طاری ہوگئی تو میں نے لوگوں کے ساتھ اُٹھاکر انہیں گھر پہنچا دیا۔ صبح کی روشنی ہونے پر آپؓ کو جب ہوش آیا تو آپؓ کے پوچھنے پر بتایا گیا کہ لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے۔ اس پر آپؓ نے فرمایا اُس کا کوئی اسلام نہیں جس نے نماز ترک کی۔ پھر آپؓ نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔ طبقات کبریٰ میں بھی یہی بیان ہوا ہے کہ حضرت عمرؓ کو گھر پہنچانے کے بعد حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے نماز پڑھائی جس میں دو چھوٹی سورتیں پڑھنے کا ذکر ملتا ہے۔

طبقات کبریٰ میں لکھا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے جب لوگوں سے حضرت عمرؓ کو خنجر مارنے والے شخص کے بارہ میں پوچھا تو لوگوں نے مغیرہ بن شعبہ کے غلام ابولولو کا نام لیا جس نے پکڑے جانے پر اُسی خنجر سے خودکشی کرلی۔ مؤرخین کے بیانات سے یہ تاثر ملتا ہے کہ ابو لؤلؤہ فیروز نے وقتی جوش اور غصہ میں حضرت عمرؓ کو قتل کر دیا تھا۔ تاریخ وسیرت کی اہم کتاب البدایہ والنھایہ میں حضرت عمرؓ کے قتل میں ہرمزان اور جفینہ پر کئے گئے شبہ کے نتیجہ میں حال کے بعض مؤرخین حضرت عمرؓ کے قتل کو باقاعدہ طے شدہ منصوبہ اور سازش قرار دیتے ہیں اور مدینہ میں رہنے والے بظاہر مسلمان ایرانی سپہ سالار ہرمزان کو اس میں شامل سمجھتے تھے۔

محمد رضا صاحب اپنی کتاب سیرت عمر فاروقؓ میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے والیٔ کوفہ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کی سفارش پر اُن کے ایک ہنرمند غلام ابولولو کو جو لوہار اور نقش و نگار کا ماہر بڑھئی تھا مدینہ آنے کی اجازت دی۔ غلام کی شکایت پر کہ حضرت مغیرہؓ نے اُس پر ماہانہ سو درہم ٹیکس مقرر کیا ہے حضرت عمرؓ نے وہ ٹیکس اُس کے کام کی مہارت کے مطابق قرار دیا جس سے وہ ناراض ہوگیا۔ ایک دن حضرت عمرؓ کے ہوا سے چلنے والی چکی بنانے کے پوچھنے پر ابو لؤلؤہ نے غصے اور ناپسندیدگی کے عالم میں دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ میں آپؓ کے لیے ایسی چکی بناؤں گا جس کا لوگ چرچا کریں گے۔ اُس نے حضرت عمرؓ کو شہید کرنے کا پختہ ارادہ کر کے وسطی دستہ والا دو دھاری خنجر بنا کر زہر آلود کر کے ایرانی سپہ سالار ہرمزان کو دکھایا جس نے خیال ظاہر کیا کہ اس کے ذریعہ جس پر بھی وار ہوگا قتل ہوجائے گا۔ ہرمزان کو مسلمانوں نے تُستر کے مقام پر قید کر کے مدینہ بھیج دیا تھا۔ ہرمزان قتل ہونے کے خوف سے مسلمان ہوگیا تھا۔

طبقات ابن سعد میں نافع کی روایت کے مطابق حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ہرمزان اور جفینہ کے پاس وہ چھری دیکھی جس سے حضرت عمرؓ کو شہید کیا گیا۔ جبکہ طبری میں مذکور سعید بن مسیبؓ کی روایت کے مطابق عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے وہ خنجر دیکھا تھا جو ابو لؤلؤہ جفینہ اور ہرمزان کے درمیان گر گیا تھا۔ حضرت عبید اللہ بن عمرؓ کو جب اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے اپنی تلوار سے دونوں کو قتل کر دیا۔ حضرت عثمانؓ نے اپنی امان کی موجودگی میں دونوں کے قتل کرنے پر حضرت عبید اللہؓ سے وجہ پوچھی تو انہوں نے حضرت عثمانؓ کو پکڑ کر زمین پر گرا دیا حتیٰ کہ لوگوں نے انہیں بچایا۔ لیکن حضرت عثمانؓ کے واقعہ کی صداقت اللہ بہتر جانتا ہے۔ ایک اور جگہ بیان ہے کہ حضرت عبید اللہ بن عمرؓ نے جب ہرمزان پر تلوار کا وار کیا تو اُس نے لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھا اور جب جفینہ کو تلوار ماری تو اُس نے اپنی آنکھوں کے سامنے صلیب کا نشان بنایا۔ بعد ازاں انہوں نے ابو لؤلؤہ کی بیٹی کو بھی قتل کر دیا۔

اسی طرح ایک اور سیرت نگار ڈاکٹر محمد حسین ہیکل اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ایرانی یہودی اور عیسائی مسلمانوں سے عبرت ناک شکست پر اپنے دلوں میں عربوں کے خلاف عموماً اور حضرت عمرؓ کے خلاف خصوصاً کینہ وبغض کے جذبات چھپائے بیٹھے تھے۔ ہوسکتا ہے کہ ابو لؤلؤہ کا فعل مدینہ میں عجمی بے دینوں کی مختصر سی ایک جماعت کے غضب اور انتقام سے لبریز لوگوں کی سازش کا نتیجہ ہو۔ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے اس سازش سے پردہ اٹھاکر اُس کی تہ تک پہنچ سکتے تھے اگر ابو لؤلؤہ فیروز خودکشی نہ کرتا لیکن قضا و قدر نے اس سازش کی طرف رہنمائی کی۔ حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ مسلمانوں میں سب سے زیادہ قابل اعتبار گواہی دے رہے ہیں کہ جس چھری سے حضرت عمرؓ کو شہید کیا گیا وہ ہرمزان اور جفینہ کے پاس تھی۔ اس کے بعد شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ حضرت عمرؓ اُس سازش کا شکار ہوئے۔

بہرحال حضرت عبید اللہ بن عمرؓ کے اقدام کی قانونی طور پر اجازت نہیں تھی۔ کسی شخص کو اختیار نہیں کہ وہ خود انتقام لینے کے لیے کھڑا ہو جائے یا اپنا حق خود وصول کرے جبکہ معاملات کا فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے بعد آپؐ کے خلفاء کے لیے مخصوص تھا کہ وہ لوگوں کے درمیان منصفانہ فیصلے اور مجرم کے خلاف قصاص کا حکم صادر کرتے تھے۔ بعید از قیاس نہیں کہ یہ قتل ایک باقاعدہ سازش ہو۔ کچھ مؤرخین کے دلائل میں وزن ہے کیونکہ حضرت عثمانؓ بھی اسی طرح کی ایک سازش کا شکار ہوئے جس سے اس شبہ کو مزید تقویت ملتی ہے کہ اسلام کی بڑھتی ہوئی ترقی اور غلبہ کو روکنے اور اپنے انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے بیرونی عناصر کی ایک سازش کے تحت حضرت عمرؓ کو شہید کیا گیا تھا۔ واللہ اعلم۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیت وَلَیُبَدِّلَنَّھُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِھِمۡ اَمۡنًا۔ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خلفاء پر کوئی ایسی مصیبت نہیں آئی جس سے انہوں نے خوف کھایا ہو اور اگر آئی تو اللہ تعالیٰ نے اسے امن سے بدل دیا۔ حضرت عمرؓ متواتر دعائیں کیا کرتے تھے کہ یا اللہ مجھے مدینہ میں شہادت نصیب کر۔ پس اُن کی شہادت پر کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ اُن پر خوفناک وقت آیا مگر خدا تعالیٰ نے امن سے نہ بدلا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی دعا قبول کر لی اور ایسے سامان پیدا کر دیے جن سے اسلام کی عزت قائم رہی۔ چنانچہ مدینہ پر کسی بیرونی لشکر کے حملہ آور ہونے کے بجائے اندر سے ہی ایک خبیث اٹھا اور اس نے خنجر سے آپؓ کو شہید کر دیا۔

حضرت مصلح موعودؓ نے غلاموں کی آزادی کے حوالے سے اسلامی تعلیم بیان کرتے ہوئے حضرت عمرؓ کی شہادت کا سبب بیان فرمایا کہ یہ حکم تھا کہ غلاموں کو بغیر کسی تاوان کے رہا کر دو۔ اگر ایسا نہیں کر سکتے اور کوئی غلام تاوان ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ اپنی تاوان کی قسطیں مقرر کروا سکتا ہے۔ حضرت عمرؓ کو ایک ایسے غلام نے ہی مارا تھا جس نے مکاتبت کی ہوئی تھی۔ ایک مقدمہ آپؓ کے پاس آیا کہ کسی شخص کا غلام کماتا بہت تھا لیکن مالک کو دیتا کم تھا۔ حضرت عمرؓ نے ساڑھے تین آنے اس کے ذمہ لگا دیے کہ مالک کو ادا کیا کرو۔ اس فیصلہ کو اُس نے ایرانی ہونے کی وجہ سے اپنے خلاف سمجھا اور غصہ میں دوسرے ہی دن خنجر سے آپؓ پر حملہ کر دیا اور اُس کے زخموں کے نتیجہ میں آپؓ شہید ہوگئے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے نماز کے موقع پر چند آدمی حفاظت کے لیے مقرر کرنے کے ضمن میں بھی حضرت عمرؓ کی شہادت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت عمرؓ کے ساتھ مسلمان بھی نماز میں مشغول تھے کہ ایک بدمعاش شخص نے آگے بڑھ کر خنجر سے وار کر دیا۔ قرآن مجید کا صراحتاً حکم ہے کہ حفاظت کے لیے مسلمانوں میں سے آدھے کھڑے رہا کریں گو یہ جنگ کے وقت کی بات ہے لیکن اس سے استدلال کیا جاسکتا ہے کہ چھوٹے فتنے کے انسداد کے لیے اگر چند آدمی نماز کے وقت کھڑے کر دیے جائیں تو یہ قابل اعتراض اَمر نہیں۔ اس واقعہ کے بعد صحابہ نے انتظام کیا کہ جب بھی نماز پڑھتے ہمیشہ حفاظت کے لیے پہرے رکھتے۔

حضرت عمرؓ کی وفات پر ضرورت مندوں اور غریبوں پر خرچ کرنے کی وجہ سے اُن کے ذمہ چھیاسی ہزار درہم قرض تھا۔ کتاب وفاء الوفا میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عبد اللہؓ اور حضرت حفصہؓ کو قرض کی ادائیگی کے لئے اپنے مکان کو بیچنے اور بنو عدی اور قریش کے علاوہ کسی اور سے مدد نہ مانگنے کی ہدایت فرمائی۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے حضرت معاویہؓ کو وہ مکان بیچ کر حضرت عمرؓ کا قرض ادا کر دیا۔ اس گھر کو دَارُالقَضَاءِ دَیۡنِ عُمَر کہا جانے لگا یعنی وہ گھر جس کے ذریعہ حضرت عمرؓ کا قرض ادا کیا گیا تھا۔

یہ ذکر ابھی مزید چل رہا ہے انشاء اللہ آئندہ ذکر ہوگا۔

☆…☆…☆

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل)

خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 24؍ستمبر 2021ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ یوکے

اے اہلِ اسلام! یقیناً اللہ نے تم سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا ہے اور اس نے دشمنوں کے خلاف تمہاری مدد کی ہے اور تمہیں ان ممالک کا وارث بنا دیا ہے اور تمہیں زمین میں تمکنت عطا فرمائی ہے۔ پس تمہیں اپنے رب کی نعمتوں پر شکر بجالانا چاہیے۔ تم لوگ نافرمانی والے کاموں سے دور رہو کیونکہ نافرمانی والے کام نعمتوں کی ناشکری ہے اور بہت کم ایسا ہوا ہے کہ اللہ کسی قوم پر انعام کرے اور وہ ناشکری کریں پھر وہ جلد توبہ نہ کریں مگر ضرور ان کی عزت سلب کر لی جاتی ہے اور ان پر ان کے دشمنوں کو مسلط کر دیا جاتا ہے۔ خدا نے ہم کو جو عزت دی ہے وہ اسلام کی عزت ہے اور ہمارے لیے یہی کافی ہے (حضرت عمرؓ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت خلیفۂ راشد فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

حضرت عمرؓ کے سفر ایلیا، فتح بیت المقدس اور ہرِقل کی جانب سے حمص کے محاصرے اور اس کے سدِّباب کا تفصیلی بیان

تین مرحومین مکرم چودھری سعید احمد لکھن صاحب (ریٹائرڈ اسٹیشن ماسٹر حال مقیم کینیڈا)، مکرم شہاب الدین صاحب (نائب نیشنل امیر بنگلہ دیش) اور ارجنٹائن کے ابتدائی مقامی احمدی مکرم راؤل عبداللہ صاحب کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کا ذکر ہو رہا تھا۔ آج اسی تسلسل میں

بیت المقدس کی فتح

جو پندرہ ہجری میں ہوئی اس کا ذکر ہوگا۔ حضرت عَمرو بن عاصؓ کی قیادت میں اسلامی لشکر نے بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا تو حضرت ابوعبیدہؓ کا لشکر بھی ان سے جا ملا۔ عیسائیوں نے قلعہ بندی سے تنگ آ کر صلح کی پیشکش کی لیکن شرط یہ رکھی کہ خود حضرت عمرؓ آ کر صلح کا معاہدہ کریں۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع دی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ سے مشورہ کیا تو حضرت علیؓ نے جانے کا مشورہ دیا۔ حضرت عمرؓ نے ان کی رائے کو پسند کیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کو مدینہ کا امیر مقرر فرمایا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپؓ نے حضرت عثمانؓ کو امیر مقرر فرمایا تھا۔ اس کے بعد آپؓ بیت المقدس کے لیے روانہ ہو گئے۔ حضرت عمرؓ کا یہ سفر کوئی معمولی سفر نہ تھا۔ اس کا مقصد دشمنوں کے دلوں پر اسلامی رعب و دبدبہ بٹھانا تھا لیکن جب آپ روانہ ہوئے تو روایات میں ہے کہ دنیاوی بادشاہوں کی طرح نہ تو ان کے ساتھ کوئی نقارہ تھا نہ کوئی لاؤ لشکر تھا یہاں تک کہ ایک معمولی سا خیمہ بھی ساتھ نہ تھا۔ حضرت عمرؓ ایک گھوڑے پر سوار تھے اور چند ساتھی مہاجرین اور انصار میں سے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ کے ساتھ صرف ان کا ایک غلام، کھانے کے لیے کچھ ستو اور ایک لکڑی کا پیالہ تھا اور اونٹ پر سوار تھے لیکن اس کے باوجود جہاں بھی یہ خبر پہنچتی کہ حضرت عمرؓ نے مدینہ سے بیت المقدس کا ارادہ کیا ہے تو زمین کانپ اٹھتی تھی۔

(ماخوذ از تاریخ ابن خلدون مترجم جلد 3 حصہ اول صفحہ 207 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی 2009ء)

اس بات کی وضاحت میں یہ ایک سفر کا مختصر سا حال بیان کیا گیا ہے لیکن اس میں تفصیل نہیں ہے۔ بہرحال ایلیا ایک شہر تھا جس میں بیت المقدس موجود ہے، اس کا محاصرہ کس نے کیا تھا اور کس نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں بیت المقدس تشریف لانے کی درخواست کی تھی؟ اس بارے میں طبری میں لکھا ہے کہ حضرت عمرو بن عاصؓ نے حضرت عمر بن خطابؓ کو خط بھیجا جس میں ان سے امداد بھجوانے کی درخواست کی۔ اس میں حضرت عَمروؓ نے یہ تجویز کیا تھا کہ مجھے انتہائی گھمسان کی جنگیں درپیش ہیں اور کئی شہر ہیں جن سے جنگیں ابھی باقی ہیں۔ آپؓ کے ارشاد کا منتظر ہوں۔ حضرت عمرؓ کے پاس حضرت عَمرو بن عاصؓ کا یہ خط پہنچا تو آپؓ سمجھ گئے کہ حضرت عَمروؓ نے یہ بات پوری معلومات کے بعد ہی لکھی ہوگی۔ پھر حضرت عمرؓ نے لوگوں میں اپنے سفر کی منادی کرا دی اور سفر کے لیے کوچ کیا۔

(ماخوذ از تاریخ الطبری جلد 2 حصہ دوم صفحہ 804 مطبوعہ دار الاشاعت کراچی 2004ء)

طبری میں

حضرت عمرؓ کی شام میں تشریف آوری

کے متعلق ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ اس کا سبب دراصل یہ پیش آیا تھا کہ حضرت ابوعبیدہؓ بیت المقدس پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے ان سے شام کے دیگر شہروں کے معاہداتِ صلح کے مطابق صلح کرنی چاہی اور ان کی خواہش یہ بھی تھی کہ اس معاہدۂ صلح میں مسلمانوں کی طرف سے سربراہ کی حیثیت سے حضرت عمرؓ بھی شرکت کریں۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں یہ لکھا تو حضرت عمرؓ مدینہ سے روانہ ہو گئے۔

(تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۴۴۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۰۱۲ء)

(معجم البلدان جلد اول صفحہ ۳۴۸ دار الکتب العلمیہ بیروت)

لیکن حضرت ابوعبیدہؓ کی روایت پر بعض مؤرخین کو تسلی نہیں ہے۔ محمد حسین ہیکل اس حوالے سے تحریر کرتے ہیں کہ یہ بھی ضروری ہے کہ ہم اُس روایت کو حقیقت سے بعید سمجھیں جس کا بیان یہ ہے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ یا حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ نے تنہا یا مشترکہ طور پر بیت المقدس کا محاصرہ کیا جیسا کہ طبری، ابنِ اثیر اور ابنِ کثیر وغیرہ نقل کرتے ہیں۔ طبری کی روایت ہے کہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے شام آنے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابوعبیدہؓ نے بیت المقدس کا محاصرہ کیا تو اہل شہر نے، شام کے دوسرے علاقوں کے باشندوں سے جو صلح ہو چکی تھی انہی شرطوں پر انہیں صلح کی درخواست کی مگر اس میں اتنی شرط اَور بڑھائی کہ حضرت عمر بن خطابؓ خود تشریف لا کر صلح کی تکمیل کریں۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے اس کی اطلاع بارگاہِ خلافت میں ارسال کی اور حضرت عمرؓ مدینہ سے روانہ ہو گئے۔ یہ لکھتے ہیں کہ اس روایت کو ہم خلافِ حقیقت سمجھتے ہیں کہ بیت المقدس کے محاصرے کے وقت حضرت ابوعبیدہؓ اور حضرت خالدؓ حِمص، حلَب، اَنطاکیہ اور اس کے آس پاس کے شہروں میں فتوحات میں مصروف تھے اور ہرِقل ان کے بالمقابل رُھَاء مقام میں بیٹھا لشکر جمع کر رہا تھا کہ انہیں الٹے پاؤں واپس ہونے پر مجبور کر دے۔ یہ تمام واقعات بھی بیت المقدس کے محاصرے کی طرح سنہ 15 ہجری مطابق سنہ 636ء کے ہیں اور یہ لکھتے ہیں کہ ان کے نزدیک یہ صحیح ہے کہ بیت المقدس کا محاصرہ اسی سنہ میں کئی

مہینے تک جاری رہا جس سنہ میں یہ دونوں سپہ سالار شام کے انتہا میں بڑھتے چلے جا رہے تھے یہاں تک کہ انہوں نے ہرقل کو اپنے دارالسلطنت میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا تھا۔ ایسی صورت میں کہ وہ دونوں ادھر مصروف تھے، یہ کہنا کہ ان میں سے کسی ایک یا دونوں نے بیت المقدس کا محاصرہ کیا ایک ایسی بات ہے جو کسی طرح نہیں بنتی۔ اس لیے ناقابل قبول قرار دینا پڑتا ہے۔ اب صرف یہ ایک روایت اور باقی رہ جاتی ہے اور طبری نے بھی پہلے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ بیت المقدس کا محاصرہ حضرت عَمرو بن عاصؓ نے کیا تھا جو طویل مدت تک جاری رہا اور بیت المقدس والوں نے بڑے جوش اور بڑی شدت سے مسلمانوں کا مقابلہ کیا اور یہی روایت ہماری رائے میں صحیح ہے۔ اس لیے کہ یہ اس مقاومت سے اتفاق رکھتی ہے یعنی جو مقابلہ ہو رہا تھا اس سے ظاہر ہوتا ہے جو کہ بیت المقدس نے مختلف زمانوں میں ہر حملہ آور کے مقابلے میں ظاہر کی۔

(ماخوذ از حضرت عمر فاروق اعظمؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 365-366 مطبوعہ اسلامی کتب خانہ لاہور)

محمد حسین ہیکل مزید لکھتا ہے کہ ’’تعجب ہے کہ حضرت عمرؓ محض صلح کی تکمیل اور عہد نامے کی تسویط‘‘ یعنی تنفیذ ’’کے لئے لشکر کے ساتھ تشریف لے جاتے ہیں اور اسی طرح تعجب ہے کہ اہل بیت المقدس معاہدۂ صلح کی تکمیل کے لئے حضرت عمرؓ کے مدینہ سے تشریف لانے کا مطالبہ کرتے ہیں حالانکہ جانتے ہیں کہ اگر مدینہ سے کوئی قافلہ لگاتار سفر کر کے ان کی طرف آئے تو پورے تین ہفتہ لگیں گے۔ اس لئے‘‘ یہ کہتا ہے کہ ’’میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ محاصرے کی طوالت اور حضرت عمرو بن عاصؓ کے ان خطوط سے جن میں دشمن کی طاقت کا ذکر کر کے مدد طلب کی گئی تھی حضرت عمرؓ کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا تھا۔ چنانچہ جب ان سے نئی کمک طلب کی گئی تو اس کے ساتھ حضرت عمرؓ بھی روانہ ہو گئے اور جابیہ میں قیام فرمایا جو صحرائے شام اور سرزمینِ اردن کے درمیان واقع ہے۔ اس دوران میں حضرت ابوعبیدہؓ اور حضرت خالدؓ شام کی فتح سے فارغ ہو چکے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان دونوں کو حکم بھیجا کہ جابیہ میں آ کر ملیں تا کہ حضرت عمرؓ ان سے اور فوج کے دوسرے سرداروں سے مشورے کے بعد بیت المقدس کی مہم سر کرنے کی کوئی مفید ترین راہ تلاش کر سکیں۔ اَطْرَبُون اور صَفْرِنْیُوس کو حضرت عمرؓ کی تشریف آوری کا علم ہوا۔‘‘

یہاں ناموں کا اختلاف ہے۔ عربی کتب میں یہ نام اَرْطَبُون لکھا ہے لیکن ہیکل کے نزدیک وہ درست نہیں ہے اس کی تحقیق کے مطابق نام اَطْرَبُون ہے اور صَفْرِنْیُوس کا نام عربی کتب میں صَفْرُونِیُوس لکھا ہے۔

بہر حال یہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کوئی رستہ تلاش کرنے کے لیے کہ کیا سٹریٹیجی (strategy) بنائی ہے اس کے لیے اکٹھا کیا تھا۔ ’’حضرت ابوعبیدہؓ اور حضرت خالدؓ کے ہاتھوں شام پر جو بیتی تھی اس کی بھی اطلاع ملی تو انہوں نے سمجھ لیا‘‘ یعنی ان دو سرداروں نے جو دشمنوں کے تھے ’’کہ بیت المقدس کی مقاومت اب زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکتی۔‘‘ یعنی مزید مقابلہ مشکل ہے ’’چنانچہ اَطْرَبُون تو کچھ فوج لے کر چپکے سے مصر کھسک گیا اور بوڑھے پادری نے اپنی نجات کی طرف سے مطمئن ہو کر مسلمانوں سے صلح کی گفتگو شروع کر دی اور چونکہ اسے یہ معلوم تھا کہ امیر المومنینؓ جابیہ میں اقامت فرما ہیں‘‘ جابیہ تک آ چکے ہیں ’’اس لئے یہ شرط لگا دی کہ صلح کا معاہدہ لکھنے کے لئے وہ خود تشریف لائیں۔ جابیہ اور بیت المقدس میں اتنا فاصلہ نہ تھا کہ صَفْرِنْیُوس کی اس درخواست کے جواب میں عذر پیش کر دیا جاتا۔‘‘ تو یہ کہتے ہیں کہ ’’یہ ہے وہ بات جسے میں صحیح سمجھتا ہوں اور جو شام و فلسطین پر حملے سے متعلق واقعات کے سلسلے میں تاریخی سیاق و سباق کے مطابق ہے۔‘‘

(حضرت عمر فاروق اعظمؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 358، 368 مطبوعہ اسلامی کتب خانہ لاہور)

(تاریخ الخلفاء الراشدین الفتوحات والإنجازات السیاسیۃ صفحہ ۲۷۹ از مکتبۃ الشاملۃ)

بہرحال ان خطوط کے ملنے کے بعد حضرت عمرؓ کی کیا مشاورت ہوئی؟ اس بارے میں لکھا ہے کہ خطوط کے ملنے کے بعد حضرت عمرؓ نے تمام معزز صحابہ کو جمع کیا اور مشاورت کی۔ حضرت عثمانؓ نے رائے دی کہ عیسائی مرعوب اور شکستہ دل ہو چکے ہیں۔ آپؓ ان کی درخواست کو رد کر دیں تو ان کو اور بھی ذلت ہو گی اور یہ سمجھ کر کہ مسلمان ان کو بالکل حقیر سمجھتے ہیں بغیر شرط کے ہتھیار ڈال دیں گے لیکن حضرت علیؓ نے اس کے خلاف رائے دی اور حضرت عمرؓ کو ایلیا جانے کا مشورہ دیا اور کہا کہ مسلمانوں نے سردی، جنگ اور لمبے قیام کی غیر معمولی مشقت برداشت کی ہے۔ اگر آپؓ تشریف لے جائیں گے تو اس میں آپؓ کے اور مسلمانوں کے لیے امن و عافیت اور بہتری ہے لیکن اگر آپؓ نے انہیں اپنی اور صلح کی طرف سے مایوس کر دیا تو یہ بات آپؓ کے حق میں اچھی ثابت نہیں ہو گی۔ دشمن تو قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہیں گے اور انہیں اپنے ملک اور رومی بادشاہ کی طرف سے کمک پہنچ جائے گی خاص طور پہ اس لیے کہ بیت المقدس ان کے نزدیک بڑی عظمت رکھتا ہے اور ان کی زیارت گاہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کی رائے کو پسند اور قبول فرمایا۔

(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 124 ادارہ اسلامیات 2004ء)

(ماخوذ از حضرت عمر فاروقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ ۳۶۹ مطبوعہ اسلامی کتب خانہ لاہور)

اس سفر میں حضرت عمرؓ کے ہمراہ دیگر مہاجرین اور انصار کے علاوہ حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ بھی تھے۔ اس سفر کے متعلق ایک روایت ملتی ہے کہ ابوسعید مقبُری سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ اپنے اس سفر میں صبح کی نماز پڑھنے کے بعد اپنے ساتھیوں کے لیے تشریف فرما ہوتے اور ان کی طرف اپنا رخ کرتے۔ پھر کہتے ہر قسم کی تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہمیں اسلام اور ایمان کے ذریعہ عزت بخشی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہمیں شرف بخشا اور ہمیں آپؐ کے ذریعہ گمراہی سے ہدایت فرمائی اور گروہوں میں تقسیم کے بالمقابل ہمیں اکٹھا کیا اور ہمارے دلوں میں الفت پیدا کی اور دشمنوں کے بالمقابل آپؐ کے ذریعہ ہماری نصرت فرمائی اور ہمیں مختلف شہروں میں متمکن کیا اور آپؐ کے ذریعہ ہمیں آپس میں محبت کرنے والے بھائی بھائی بنا دیا۔ پس تم لوگ ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرو اور اس سے مزید مدد طلب کرو اور ان نعمتوں پر اللہ سے شکر کی توفیق مانگو اور وہ نعمتیں جن میں تم چلتے پھرتے ہو ان کے متعلق اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو کہ وہ تم پر انہیں پورا کر دے کیونکہ اللہ عزوجل اپنی جانب رغبت چاہتا ہے اور وہ شکر گزاروں پر اپنی نعمتوں کو مکمل کرتا ہے۔ حضرت عمرؓ اپنے اس سفر کے دوران آغاز سے لے کر واپس تشریف لانے تک اس قول کو ہر صبح کہتے رہے اور اسے ترک نہ کیا۔

(الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والثلاثۃ الخلفاء، جلد ۲ جزء اول صفحہ ۲۹۲-۲۹۳ عالم الکتب بیروت ۱۹۹۷ء)

یعنی یہی ایک ہی پیغام روزانہ دیتے تھے۔

مسلمان سرداروں کو اطلاع دی جا چکی تھی کہ جابیہ میں آ کر ان سے ملیں۔ اطلاع کے مطابق یزید بن ابی سفیانؓ اور خالد بن ولیدؓ وغیرہ نے یہیں استقبال کیا۔ شام میں رہ کر ان افسروں میں عرب کی سادگی باقی نہیں رہی تھی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے سامنے یہ لوگ آئے تو اس ہیئت سے آئے کہ بدن پر حریر اور دیباج کی چکنی اور پر تکلف قبائیں تھیں اور زرق برق پوشاک اور ظاہری شان و شوکت سے عجمی معلوم ہوتے تھے۔ حضرت عمرؓ کو سخت غصہ آیا۔ گھوڑے سے اتر پڑے اور سنگ ریزے اٹھا کر ان کی طرف پھینکے کہ اس قدر جلد تم نے عجمی عادتیں اختیار کر لیں۔ ان لوگوں نے عرض کیا کہ قباؤں کے نیچے ہتھیار ہیں یعنی سپہ گری کا جوہر انہوں نے ہاتھ سے نہیں دیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر یہ بات ہے تو ٹھیک ہے۔

(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 124 ادارہ اسلامیات 2004ء)

کہ ظاہری رکھ رکھاؤ تم نے ان لوگوں کو دکھانے کے لیے کیا ہے اور اندر سے تمہارا حلیہ عربوں والا ہی ہے (تو ٹھیک ہے)۔ ایک روایت میں مذکور ہے کہ یزید بن ابی سفیان نے عرض کیا۔ اے امیر المومنین! ہمارے پاس کپڑے اور سواریاں بہت ہیں اور ہمارے ہاں زندگی بہت عمدہ ہے اور مال بہت سستا ہے اور مسلمانوں کا وہ حال ہے جسے آپؓ پسند فرماتے ہیں۔ اگر آپؓ یہ سفید کپڑے پہنیں اور ان عمدہ سواریوں پر سوار ہوں اور اس بہت زیادہ اناج اور غلہ میں سے مسلمانوں کو کھانے کے لیے دیں تو ایسا کرنا شہرت کا باعث ہو گا اور امورِ سلطنت کی ادائیگی میں آپ کے لیے زیادہ زینت کا باعث ہو گا اور عجمیوں کے نزدیک آپ کی زیادہ عظمت کا موجب ہو گا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا اے یزید! نہیں۔ اللہ کی قسم! میں اس ہیئت اور حالت کو ترک نہیں کروں گا جس پر میں نے اپنے دونوں ساتھیوں کو چھوڑا تھا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ جس طرح میں ان کے ساتھ رہا تھا اسی حال میں رہوں گا اور میں لوگوں کے لیے زینت اور زیبائش نہیں اختیار کروں گا کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا کرنا مجھے میرے رب کے ہاں عیب دار نہ کر دے اور میں نہیں چاہتا کہ لوگوں کے ہاں تو میرا معاملہ عظمت اختیار کر جائے اور اللہ کے حضور بہت چھوٹا ہو جائے۔ پس حضرت عمرؓ اسی حالت پر قائم رہے

جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کی زندگی میں تھے یہاں تک کہ وہ دنیا سے کوچ کر گئے۔

(الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ ﷺ والثلاثة الخلفاء، جلد ۲ جزء اول صفحہ ۲۹۵ عالم الکتب بیروت ۱۹۹۷ء)

مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان صلح نامہ

کس طرح ہوا؟ اہل ایلیا کے نزدیک معاہدہ کہاں ہوا تھا؟ اس کے متعلق اکثر مؤرخین نے لکھا ہے کہ جابیہ کے مقام پر عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان صلح کا معاہدہ طے پایا تھا۔ لکھا ہے کہ جابیہ میں قیام کے دوران حضرت عمرؓ فوج کے حلقے میں بیٹھے تھے کہ اچانک کچھ سوار نظر آئے جو گھوڑے دوڑاتے ہوئے آرہے تھے اور ان کی تلواریں چمک رہی تھیں۔ مسلمانوں نے فوراً ہتھیار سنبھال لیے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ لوگوں نے سواروں کی طرف اشارہ کیا تو آپؓ نے فرمایا: گھبراؤ نہیں یہ لوگ امان طلب کرنے آئے ہیں۔ یہ لوگ ایلیا کے باشندے تھے۔ آپؓ نے انہیں صلح نامہ لکھ کر دیا۔

(ماخوذ از تاریخ طبری مترجم جلد 2 حصہ دوم صفحہ 369-370۔ نفیس اکیڈیمی کراچی 2004ء)

(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 125 ادارہ اسلامیات 2004ء)

پھر ایک روایت ہے۔ علامہ بلاذری اور محمد حسین ہیکل نے یہ لکھا ہے کہ صلح کا معاہدہ جابیہ کے بجائے ایلیا میں ہوا تھا تاہم محمد حسین ہیکل نے اپنی کتاب میں دوسری جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ معاہدہ جابیہ میں ہوا تھا۔

(ماخوذ از حضرت عمر فاروق اعظمؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ ۳۶۸ و ۳۷۱ مطبوعہ اسلامی کتب خانہ لاہور)

(فتوح البلدان صفحہ ۸۸، دار الکتب العلمیہ بیروت)

مسلمانوں اور اہلِ ایلیا کے درمیان جو صلح نامہ ہوا اس کی تحریر تاریخ طبری میں یوں درج ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ وہ امان ہے جو اللہ کے بندے امیر المومنین عمرؓ نے ایلیا والوں کو دی ہے۔ ان کی جان، مال، گرجے، صلیب، بیمار، تندرست اور ان کی ساری قوم کو امان دی جاتی ہے۔ کوئی بھی ان کے گرجا گھروں میں قیام نہیں کرے گا اور نہ وہ گرائے جائیں گے۔ نہ ان کے گرجا گھروں کے احاطوں میں کچھ کمی کی جائے گی اور نہ ان کی صلیب کو نقصان پہنچایا جائے گا اور نہ ان کے اموال کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ اور ان سے دین کے معاملے میں کوئی جبر نہیں کیا جائے گا اور ان میں سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچائی جائے گی اور ایلیا میں ان کے ساتھ کوئی بھی یہودی نہیں رہ سکے گا اور اہل اِیْلِیَا پر یہ فرض ہے کہ وہ دوسرے شہروں کے باشندوں کی طرح جزیہ دیں۔ ان کو چاہیے کہ وہ رومیوں اور فسادیوں کو ایلیا میں سے نکال دیں۔ پس جو اُن میں سے نکلے گا تو اس کے جان و مال کو امن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے محفوظ مقام تک پہنچ جائے۔ اور جو شخص ان میں سے ایلیا میں رہنا چاہے تو وہ امن میں ہے اور اس کو اہلِ ایلیا کی طرح جزیہ دینا ہو گا اور اہلِ ایلیا میں سے جو شخص اپنی جان اور مال لے کر رومیوں کی طرف جانا چاہے اور وہ اپنی عبادت گاہوں اور صلیبوں کو چھوڑ کر چلے جائیں تو ان کی جانیں اور ان کی عبادت گاہیں، ان کی صلیبیں امان میں ہیں۔ (چھوڑ بھی جاؤ گے تو کچھ نہیں کیا جائے گا) یہاں تک کہ وہ اپنے محفوظ مقام تک پہنچ جائیں اور ایلیا میں جنگ سے پہلے جو کاشتکار تھے اگر ان میں سے کوئی چاہے کہ وہ اپنی زمینوں پر بیٹھے رہیں تو ان پر بھی اہلِ اِیلیا کی طرح جزیہ دینا ہو گا اور جو رومیوں کے ساتھ جانا چاہتا ہے وہ چلا جائے اور جو اپنے گھر والوں کی طرف لوٹنا چاہتا ہے تو وہ لوٹ آئے، ان سے کچھ جزیہ نہیں لیا جائے گا یہاں تک کہ ان کی فصلوں کی کٹائی ہو جائے۔ (یعنی کہ آمد پیدا ہو جائے گی تب ان سے جزیہ ہو گا)۔ اور جو کچھ اس معاہدے میں ہے اس پر اللہ کا عہد ہے اور اس کے رسولؐ کا ذمہ ہے اور خلفاء کا ذمہ ہے اور مومنین کا ذمہ ہے جب تک کہ وہ جزیہ ادا کرتے رہیں جو ان کے ذمہ ہے۔

اس معاہدے پر حضرت خالد بن ولیدؓ، حضرت عَمرو بن عاصؓ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ، حضرت معاویہ بن ابوسفیانؓ کی گواہی ثبت تھی۔

(تاریخ الطبری جلد ۲ صفحہ ۴۴۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۰۱۲ء)

تاریخ ابنِ خلدون میں لکھا ہے کہ اس معاہدے سے چند باتیں ثابت ہوتی ہیں؛ نمبر ایک یہ کہ مسلمانوں نے اپنا مذہب تلوار کے زور سے نہیں پھیلایا؛ دو یہ کہ ان کے عہدِ حکومت میں دوسرے مذاہب والوں کو بہت بڑی مذہبی آزادی حاصل تھی؛ تین یہ کہ غیر قوموں سے زبردستی جزیہ نہیں لیا جاتا تھا۔ ان کو قیام کرنے اور جزیہ دینے میں اختیار حاصل تھا اور دونوں صورتوں میں ان کو امن دیا گیا تھا۔

(ماخوذ از تاریخ ابن خلدون جلد 3 حصہ اول صفحہ 208، دار الاشاعت کراچی 2009ء)

اس صلح کی خبر جب اہل رَمْلَہ کو ملی تو وہ بھی امیر المومنین سے اسی قسم کا معاہدہ کرنے کے لیے بے چین ہو گئے۔ یہی حال فلسطین کے دوسرے لوگوں کا تھا۔ لُدّ والوں کو حضرت عمرؓ کی طرف سے ایک مکتوب لکھا گیا جس کے دائرۂ نفاذ میں وہ شہر بھی شامل کر لیے گئے جنہوں نے اس کے بعد مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی۔ اس خط میں حضرت عمرؓ نے لُدّ کے باشندوں کے جان و مال، گرجا، صلیب، تندرست، بیمار اور تمام مذاہب کو امان دی اور کہا کہ اگر وہ شام کے شہروں کی طرح جزیہ ادا کریں گے تو ان کے مذہب پر جبر نہیں کیا جائے گا اور نہ اختلافی عقائد کی بنا پر کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ ان تمام کاموں سے فارغ ہو کر امیر المومنین نے فلسطین پر دو حاکم مقرر فرمائے اور ملک کا آدھا آدھا حصہ ان دونوں میں بانٹ دیا۔ چنانچہ عَلْقَمَہ بن حکیم کا مرکز حکومت رَمْلَہ قرار پایا اور عَلْقَمَہ بن مُجَزِّز کا ایلیا۔

(ماخوذ از حضرت عمر فاروق اعظم از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 373 مطبوعہ اسلامی کتب خانہ لاہور)

حضرت عمرؓ بیت المقدس میں تشریف لائے۔

اس کے بارے میں لکھا ہے کہ جس وقت حضرت عمرؓ نے ایلیا والوں کو پناہ اور امان دی اور ایلیا میں لشکر کو ٹھہرا دیا تو آپؓ جابیہ سے بیت المقدس کی جانب چل پڑے۔ لکھا ہے کہ جب آپؓ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے تو آپؓ نے محسوس کیا کہ آپ کا گھوڑا پاؤں میں درد کی وجہ سے سیدھا نہیں چل رہا۔ حضرت عمرؓ کے لیے ایک ترکی نسل کا گھوڑا لایا گیا۔ آپؓ اس پر سوار ہوئے تو وہ اَڑی کرنے لگا۔ آپؓ اس سے اتر آئے۔ پھر حضرت عمرؓ نے چند روز بعد اپنا گھوڑا طلب کیا جس پر آپؓ نے سواری ترک کی ہوئی تھی۔ اس کا علاج ہو رہا تھا۔ پھر آپؓ اس پر سوار ہوئے یہاں تک کہ بیت المقدس تشریف لے گئے۔

(ماخوذ از تاریخ طبری مترجم سید محمد ابراہیم ندوی جلد دوم حصہ دوم صفحہ 809 دار الاشاعت 2003ء)

بیت المقدس قریب آیا تو حضرت ابو عبیدہؓ اور سردارانِ فوج استقبال کے لیے آئے۔ حضرت عمرؓ کا لباس اور سامان بالکل سادہ تھا۔ مسلمانوں نے یہ سوچ کر کہ عیسائی کیا کہیں گے آپؓ کو قیمتی پوشاک دی لیکن آپؓ نے فرمایا

خدا نے ہم کو جو عزت دی ہے وہ اسلام کی عزت ہے
اور ہمارے لیے یہی کافی ہے۔

عیسائی پادریوں نے خود شہر کی چابیاں حضرت عمرؓ کے سپرد کیں۔ سب سے پہلے حضرت عمرؓ مسجد اقصیٰ گئے۔ پھر عیسائیوں کے گرجا میں آئے اور اس کو دیکھتے رہے۔ حضرت عمرؓ نے عیسائیوں کے گرجا کی سیر کی۔ نماز کا وقت ہوا تو عیسائیوں نے گرجے میں نماز پڑھنے کی اجازت دی لیکن حضرت عمرؓ نے اس خیال سے کہ آئندہ نسلیں اس کو حجت قرار دے کر مسیحی معبدوں میں دست اندازی نہ کریں باہر نکل کر نماز پڑھی۔

ایلیا میں قیام کے دوران مسلمان لشکر کے امراء نے حضرت عمرؓ کی دعوتیں کرنا شروع کر دیں۔ وہ کھانا تیار کرتے اور حضرت عمرؓ سے درخواست کرتے کہ ان کے خیمہ میں تشریف لائیں تو حضرت عمرؓ ان کی عزت افزائی کرتے ہوئے ان کی دعوت کو قبول فرماتے تاہم حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کی ضیافت نہیں کی تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ سے فرمایا کہ تمہارے سوا لشکر کے امراء میں سے کوئی ایسا امیر نہیں جس نے میری دعوت نہ کی ہو۔ اس پر حضرت ابو عبیدہؓ نے عرض کیا: اے امیر المومنین! مَیں ڈرتا ہوں کہ اگر مَیں نے آپ کی دعوت کی تو آپؓ اپنی آنکھوں پر قابو نہیں رکھ سکیں گے یعنی جذباتی ہو جائیں گے۔ حضرت عمرؓ اس کے بعد ان کے خیمہ میں گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس میں کچھ بھی نہیں ہے سوائے حضرت ابو عبیدہؓ کے گھوڑے کے نمدے کے اور وہی ان کا بستر تھا اور ان کی زین تھی اور وہی ان کا تکیہ تھا۔ زین کو تکیہ بنا لیتے تھے اور جو نمدہ تھا زین کے نیچے رکھنے والا اس کو وہ بستر بنا لیتے تھے اور ان کے خیمے کے ایک کونے میں خشک روٹی تھی۔ حضرت ابو عبیدہؓ اسے لائے اور اسے زمین پر حضرت عمرؓ کے سامنے رکھ دیا۔ پھر وہ نمک اور مٹی کا پیالہ لائے جس میں پانی تھا۔ جب حضرت عمرؓ نے یہ منظر دیکھا تو آپؓ رو پڑے۔ پھر حضرت عمرؓ نے ابو عبیدہؓ کو اپنے ساتھ چمٹا لیا اور فرمایا

تم میرے بھائی ہو۔

اور میرے ساتھیوں میں سے کوئی ایک بھی نہیں مگر اس نے دنیا سے کچھ حاصل کیا اور دنیا نے بھی اس سے کچھ حاصل کیا ہو سوائے تمہارے۔ اس پر ابو عبیدہؓ نے عرض کیا کہ کیا میں نے آپؓ کی خدمت میں پہلے عرض نہیں کر دیا تھا کہ آپؓ میرے ہاں اپنی آنکھوں پر قابو نہیں رکھ سکیں گے۔

اس کے بعد پھر حضرت عمرؓ باہر نکل کے لوگوں میں کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی جس کا وہ حق دار ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے بعد فرمایا۔ اے اہلِ اسلام! یقیناً اللہ نے تم سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا ہے اور اس نے دشمنوں کے خلاف تمہاری مدد کی ہے اور تمہیں ان ممالک کا وارث بنا دیا ہے اور تمہیں زمین میں تمکنت عطا فرمائی ہے۔ پس تمہیں اپنے رب کی نعمتوں پر شکر بجالانا چاہیے۔ تم لوگ نافرمانی والے کاموں سے دور رہو کیونکہ نافرمانی والے کام نعمتوں کی ناشکری ہے اور بہت کم ایسا ہوا ہے کہ اللہ کسی قوم پر انعام کرے اور وہ ناشکری کریں۔ پھر وہ جلد توبہ نہ کریں مگر ضرور ان کی عزت سلب کر لی جاتی ہے۔ یعنی اگر ناشکری کرنے کے بعد توبہ نہیں کرتے تو پھر ان کی عزتیں سلب ہو جاتی ہیں، ختم ہو جاتی ہیں۔ ان کے انعامات واپس ہو جاتے ہیں اور ان پر ان کے دشمنوں کو مسلط کر دیا جاتا ہے۔

کیونکہ ایلیا میں اکثر افسرانِ فوج اور عُمّال جمع ہو گئے تھے اس لیے حضرت عمرؓ نے کئی دن تک قیام کیا اور ضروری احکام جاری کیے۔

ایک دن حضرت بلالؓ نے آ کر شکایت کی کہ اے امیر المومنین! ہمارے افسر پرندے کا گوشت اور میدے کی روٹیاں کھاتے ہیں لیکن عام مسلمانوں کو معمولی کھانا بھی نصیب نہیں ہوتا۔ حضرت عمرؓ نے افسران سے اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے عرض کیا کہ تمام چیزیں یہاں بہت سستی ہیں۔ جتنی قیمت پر حجاز میں روٹی اور کھجور ملتی ہے یہاں اسی قیمت پر پرندے کا گوشت اور میدہ ملتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے افسران کو بھی مجبور نہیں کیا کہ تم نے یہ نہیں کھانا مگر اس بات کا حکم دے دیا کہ مالِ غنیمت اور تنخواہ کے علاوہ ہر سپاہی کا کھانا بھی مقرر کر دیا جائے۔ تنخواہ کے علاوہ ان کو کھانا بھی دیا جائے جو سپاہی ہیں۔ اس کی مزید تفصیل ایک جگہ یوں بیان ہوئی ہے کہ حضرت یزید بن ابوسفیانؓ کہنے لگے کہ ہمارے شہروں کا نرخ سستا ہے۔ اسی قیمت میں جس میں ہم لوگ ایک مدت تک گزارہ کر سکتے ہیں یہ چیزیں جسے حضرت بلالؓ بیان کر رہے ہیں مل جاتی ہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو خوب مزے سے پیٹ بھر کر کھاؤ۔ میں اس وقت تک یہاں سے واپس نہ جاؤں گا یہاں تک کہ تم میرے سامنے چیزوں کی اور قیمتوں کی فہرست پیش نہ کر دو۔ میں شہروں اور دیہاتوں میں رہنے والے کمزور مسلمانوں کے لیے بجٹ لکھ کر دیتا ہوں۔ پھر جس مسلمان کو جتنی ضرورت ہو گی اس بجٹ میں سے ہر گھر کے لیے گندم اور جو اور شہد اور روغن زیتون وغیرہ ادا کر دیا کرو۔ پھر آپؓ نے ان کمزور اور کم سرمایہ دار مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: میں نے تمہارے لیے جو فہرست تیار کی ہے تمہارے سردار تمہیں یہ سب کچھ دیا کریں گے اور یہ سب کچھ اس کے علاوہ ہو گا جو میں بیت المال سے تمہارے لیے بھیجا کروں گا۔ اگر کوئی سردار تمہیں یہ چیزیں نہ دے تو مجھے اطلاع دینا۔ پھر میں فوراً ہی اسے معزول کر دوں گا۔

ایلیا میں قیام کے دوران ایک دفعہ نماز کا وقت ہوا تو

لوگوں نے حضرت عمرؓ سے اصرار کیا کہ وہ حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم دیں۔

حضرت بلالؓ نے کہا میں عزم کر چکا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لیے اذان نہ دوں گا لیکن آپؓ کا ارشاد بجالاؤں گا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے حکم پر حضرت بلالؓ نے جب اذان دی تو تمام صحابہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ یاد آ گیا اور ان پر اتنی رقت طاری ہوئی کہ وہ روتے روتے بیتاب ہو گئے۔ حضرت عمرؓ بھی اتنے بیتاب ہوئے کہ ہچکی بندھ گئی اور دیر تک اس کا اثر رہا۔ بیت المقدس سے واپسی کے وقت حضرت عمرؓ نے تمام ملک کا دورہ کیا اور سرحدوں کا معائنہ کر کے ملک کی حفاظت کا انتظام کیا۔

(ماخوذ از الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 125-126 ادارہ اسلامیات کراچی 2004ء)

(فتوح الشام مترجم جلد دوم صفحہ 224 مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور، ستمبر 2008ء)

(خلفائے راشدین صفحہ 126-127 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(الاکتفاء بما تضمنه من مغازی رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم والثلاثة الخلفاء، جلد ۲ جزء اول صفحه۲۹۵-۲۹۶ عالم الکتب بیروت ۱۹۹۷ء)

”بیت المقدس تشریف لانے سے حضرت عمرؓ کا جو مقصد تھا وہ پورا ہو گیا۔ چنانچہ جس رستے سے آپؓ تشریف لائے تھے اسی رستے سے مدینہ واپس ہو گئے۔ جابیہ پہنچ کر فاروق اعظمؓ“ حضرت عمرؓ ”نے کچھ دن قیام فرمایا اور اس کے بعد اپنے گھوڑے پر روانہ ہو گئے۔ امیر المومنینؓ نے فلسطین میں جو کام کیے تھے ان کی اطلاع حضرت علیؓ اور دوسرے مسلمانوں کو مل چکی تھی۔ چنانچہ مدینے کے باہر انہوں نے آپؓ کا شاندار استقبال کیا۔“

(حضرت عمر فاروق اعظمؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 382 مطبوعہ اسلامی کتب خانہ لاہور)

حضرت عمرؓ مسجد نبوی میں داخل ہوئے اور منبر کے پاس دو رکعت نماز ادا کی پھر منبر پر چڑھے اور لوگ آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ آپؓ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے بعد فرمایا۔ اے لوگو! یقیناً اللہ نے اس امت پر احسانات کیے ہیں تا کہ وہ لوگ اس کی حمد بیان کریں اور اس کا شکر ادا کریں۔ اللہ نے اس امت کے پیغام کو عزت دی اور ان کو متحد کر دیا اور ان کی فتح ظاہر کی اور دشمنوں کے خلاف ان کی مدد کی اور اسے عزت بخشی اور اسے زمین میں تمکنت عطا فرمائی اور اسے مشرکین کے علاقوں اور ان کے گھروں اور ان کے اموال کا وارث بنا دیا۔ پس

ہر وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہو

وہ تمہیں اور زیادہ عطا کرے گا اور ان نعمتوں پر اللہ کی حمد بیان کرو جو اس نے تم پر نازل کی ہیں۔ وہ ہمیشہ ان نعمتوں کو تم پر قائم رکھے گا۔ اللہ ہمیں اور تمہیں شکر گزاروں میں سے بنا دے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ منبر سے نیچے اتر گئے۔

(الاکتفاء بما تضمنه من مغازی رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم والثلاثة الخلفاء، جلد ۲ جزء اول صفحه۳۰۵-۳۰۶ عالم الکتب بیروت ۱۹۹۷ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ بیان فرماتے ہیں کہ ”یروشلم کے محاصرہ میں پادریوں نے کہا تمہارا خلیفہ آوے تو اسے ہم دخل دے دیں“ دخل دے دیں گے ”حضرت عمرؓ اسی سادگی میں روانہ ہوئے۔ غلام کے ساتھ باری باری اونٹ پر چڑھتے آتے تھے۔ ابو عبیدہؓ نے عرض کیا آپ کپڑے بدل لیں۔ گھوڑے پر سوار ہوں۔ آپؓ نے یہ عرض مان لی مگر تھوڑی دور جا کر گھوڑے سے اتر بیٹھے۔ کہا میرا وہی لباس اور اونٹ لاؤ۔ آپ جب گئے تو بطریق وغیرہ نے رعب میں آ کر چابیاں پھینک دیں۔ کہا اس سپہ سالار کا مقابلہ ہم نہیں کر سکتے۔“ (حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ 174) اپنے رنگ میں حضرت خلیفہ اولؓ نے بیان کیا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ اس بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ ”یروشلم میں ایک مسجد ہے وہ مقام یہودیوں کے لئے ایسا ہی متبرک ہے جیسا ہمارے لئے خانہ کعبہ۔ مسلمانوں کے زمانہ میں جب یروشلم فتح ہوا تو عیسائیوں نے چاہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس مقام کے اندر آ کر نماز پڑھیں مگر آپؓ نے فرمایا: میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے اندر نماز پڑھی تو مسلمان اس جگہ کو اپنی عبادت گاہ بنا لیں گے اور آپؓ نے باہر نماز پڑھی۔“

(خطبات محمود جلد 11 صفحہ 437 خطبہ جمعہ فرمودہ 27 جولائی 1928ء بمقام ڈلہوزی)

پھر حضرت مصلح موعودؓ تحریر فرماتے ہیں کہ ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فلسطین فتح ہوا اور جس وقت آپ یروشلم گئے تو یروشلم کے پادریوں نے باہر نکل کر شہر کی کنجیاں آپ کے حوالے کیں اور کہا کہ آپ اب ہمارے بادشاہ ہیں۔ آپ مسجد میں آ کر دو نفل پڑھ لیں تا کہ آپ کو تسلی ہو جائے کہ آپ نے ہماری مقدس جگہ میں جو آپ کی بھی مقدس جگہ ہے نماز پڑھ لی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں تمہاری مسجد میں اس لئے نماز نہیں پڑھتا کہ میں ان کا خلیفہ ہوں، کل کو یہ مسلمان اِس مسجد کو چھین لیں گے اور کہیں گے کہ یہ ہماری مقدس جگہ ہے اس لئے میں باہر ہی نماز پڑھوں گا تا کہ تمہاری مسجد نہ چھینی جائے۔“

(تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ 573)

بہر حال سترہ ہجری میں رومیوں کی طرف سے ایک آخری کوشش ہوئی اور اس کوشش کی وجہ سے ہی

مسلمانوں کی شام پر مکمل فتح

بھی ہوئی۔ اسلامی فتوحات چونکہ روز بروز وسیع تر ہوتی جاتی تھیں اور حکومتِ اسلام کے حدود برابر بڑھتے جاتے تھے، ہمسایہ سلطنتوں کو خود بخود خوف پیدا ہوا کہ ایک دن ہماری باری بھی آتی ہے۔ چنانچہ اہلِ جزیرہ جو عراق اور شام کے درمیان آباد تھے یَزْدَجرد کے رَے فرار ہو جانے کے بعد وہ اس کی طرف سے مایوس ہو گئے تھے۔ اس لیے انہوں نے ہِرَقل کو لکھا کہ اگر وہ مسلمانوں سے لڑنے اور انہیں ان کے مقبوضات سے نکال باہر کرنے کے لیے بحری راستے سے لشکر بھیجے تو وہ اس کی مدد کریں گے۔ ہِرَقل نے اس مسئلہ پر غور کیا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس میں نقصان کا کوئی پہلو نہیں ہے۔ اہلِ جزیرہ نے ہِرَقل کو دوبارہ خط لکھا جس سے وہ سمجھ گیا کہ ان کے ارادے میں کوئی جھول نہیں ہے۔ اس نے دیکھا کہ ان میں سے اکثر عیسائی عرب اپنے مذہب کا دامن مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں اور اس کی راہ میں لڑ کے مر جانا بہتر سمجھتے ہیں۔ ہِرَقل کو شام کے میدانِ کارزار سے دور ہوئے ایک برس سے زیادہ ہو گیا تھا اس لیے اب اس کے دل میں وہ پہلا سا خوف بھی باقی نہیں رہا تھا۔ پھر اس نے دیکھا کہ بہت سے سرحدی علاقے ابھی اتنے مستحکم ہیں کہ مسلمانوں کے حملوں کی تاب لا سکتے ہیں، مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اس کا جنگی بیڑہ بھی ہنوز محفوظ تھا اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ مسلمان سمندر اور سمندر کی طرف سے آنے والی ہر چیز سے ڈرتے ہیں۔ اس سے اس کے ارادے میں قوت پیدا ہوئی اور وہ اہل جزیرہ کا مطالبہ تسلیم کر لینے پر مائل ہو گیا۔ اس نے اپنے خط میں ان قبائل کو جوش دلایا۔ ان کی ہمتیں بڑھائیں اور لکھا کہ جہازوں کو حکم دے دیا گیا ہے۔ وہ فوج اور سامان جنگ لے کر اسکندریہ سے اَنطاکیہ پہنچ رہے ہیں۔ ہِرَقل کا خط ملنے پر یہ قبائل اپنی تیس ہزار کی فوج لے کر جزیرہ سے حِمص کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرت ابوعبیدہؓ کو ان تمام باتوں کی اطلاع ملی۔ انہوں نے حضرت خالد بن ولید کو مشورے کے لیے قِنِّسْرِین سے بلایا اور ان دونوں سپہ سالاروں نے مل کر فیصلہ کیا کہ دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے تمام اسلامی فوجیں شمالی شام میں جمع ہو جائیں۔ چنانچہ اَنطاکیہ اور حَمَاۃ، حَلَب اور قریب کی تمام فوجی چھاؤنیوں کے لشکر حِمص میں اکٹھے کر دیے گئے۔ ادھر سارے ملک میں یہ خبر پھیل گئی کہ ہِرَقل کی فوجیں بحری رستے سے آ رہی ہیں اور جزیرہ کے قبائل حملے کے لیے حِمص کی طرف روانہ ہو گئے ہیں چنانچہ گردنیں بڑھا بڑھا کر لوگ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ قیصر اور اس کے حلیفوں کا یہ نیا حملہ کس چیز سے روکا جائے گا اور جب ہِرَقل کے جہاز اَنطاکیہ پہنچے تو شہر کے دروازے فوج کے لیے کھل گئے۔ رعایا مسلمانوں کے خلاف ہو گئی اور تمام شمالی شام میں بغاوت کے شعلے بھڑکنے لگے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے اپنے آپ کو حِمص میں محصور پایا جسے باغیوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا اور دشمنوں کو سمندر اور صحرا دونوں طرف سے اپنی سمت بڑھتے دیکھا تھا۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا اور کہا کہ میں نے امیر المومنینؓ کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا ہے جس میں اس نازک مرحلے پر ان سے مدد طلب کی ہے۔ اس کے بعد ان سے پوچھا کہ مسلمان دشمنوں سے باہر نکل کر مقابلہ کریں یا مدینہ سے آنے والی کمک کے انتظار میں قلعہ بند ہو کر لڑیں۔ صرف خالد بن ولیدؓ نے میدان سے نکل کر لڑنے کا مشورہ دیا باقی تمام فوجی افسران کی یہ رائے تھی کہ قلعہ بند ہو کر جلد سے جلد کمک طلب کرنی چاہیے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے ان لوگوں کی رائے قبول کر لی جنہوں نے قلعہ بند ہونے کا کہا تھا اور حضرت خالدؓ کے مشورے سے اختلاف کیا کہ باہر نکل کے لڑا جائے۔ چنانچہ مورچوں کو اور مضبوط کر کے بارگاہِ خلافت میں اپنے ساتھیوں کی رائے لکھ بھیجی۔

حضرت عمرؓ اس بات کو کبھی فراموش نہ ہونے دیتے تھے کہ عراق اور شام کے اسلامی لشکروں کو اگر کبھی اس قسم کا خطرہ درپیش آ گیا تو اسلامی فتوحات اسی ابتلا سے دوچار ہو جائیں گی جن کا سامنا ہو رہا تھا اور جس سے وہ اپنی خلافت کے دن سے دوچار تھے یعنی شروع دن کی جو حالت تھی وہ اب بھی ہو سکتی تھی۔ اس لیے

حضرت عمرؓ نے بصرہ اور کوفہ آباد کرنے کا حکم دیا تھا

اور اسی لیے ان دونوں شہروں کو مسلمانوں کی فوجی چھاؤنیاں بنایا تھا کہ جہاں کوئی غیر مسلم آباد نہیں تھا۔ اس کے علاوہ دوسرے سات شہروں میں سے ہر شہر میں چار ہزار سوار مقرر کیے تھے جو ہر وقت اس قسم کی ہنگامی ضروریات کے لیے کیل کانٹے سے لیس رہتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت ابوعبیدہؓ کا خط بارگاہ خلافت میں پہنچا اور حضرت عمرؓ نے محسوس کیا اور فرمایا کہ مسلمانوں کا یہ عظیم سپہ سالار ایک بہت بڑے خطرے میں گھر گیا ہے تو حضرت سعد بن ابی وقاص کو فوری حکم دے کر روانہ کیا کہ جس دن تمہارے پاس خط پہنچے اسی دن قَعْقَاع بن عَمرو کو امدادی فوج کے ساتھ حِمص بھیج دو، ابوعبیدہؓ وہاں محصور ہیں۔ جتنی جلدی اور جتنی تیزی سے ممکن ہو کمک انہیں پہنچ جانی چاہیے۔

حضرت سعدؓ نے اسی دن امیر المومنین کے حکم کی تعمیل کی اور قَعْقَاع کی سرکردگی میں چار ہزار تجربہ کار سواروں کی فوج فراہم ہو کر کوفہ سے حِمص کی طرف چل پڑی۔ معاملہ اتنا خطرناک تھا کہ محض چار ہزار فوج لے کر قَعْقَاع کا اس کے مقابلے کے لیے چلے جانا کافی نہ تھا کیونکہ جزیرے سے حِمص آنے والوں کی تعداد تیس ہزار تھی اور وہ فوج اس کے علاوہ تھی جو ہِرَقل نے بحری جہازوں کے ذریعہ اَنطاکیہ بھیجی تھی۔

حضرت عمرؓ جانتے تھے کہ ان کے آدمی شام کے ہر شہر میں وہاں کے باشندوں سے نمٹ رہے ہیں۔ اگر وہ ان شہروں کو چھوڑ کر حِمص چلے گئے تو سارے شام کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اس لیے انہوں نے قَعْقَاع کو کوفہ سے روانگی کا حکم دینے کے بعد اَور بھی احکام صادر کیے جو ان کے تدبر اور دور اندیشی کے آئینہ دار تھے۔ جزیرے سے حِمص آنے والے قبائل نے یہ جرأت اس لیے کی تھی کہ وہ جانتے تھے کہ ان کی بستیاں اسلامی حملوں کی زد سے باہر ہیں۔ پس اگر ان بستیوں پر حملہ کر دیا جائے تو یہ قبائل الٹے پاؤں واپس ہو جائیں گے اور ابوعبیدہؓ اور ان کی فوجوں پر جو دباؤ بڑھ رہا تھا اس میں تخفیف ہو جائے گی۔ اس لیے حضرت عمرؓ نے سعد بن ابی وقاصؓ کے خط میں لکھا کہ سُہیل بن عدی کی سرکردگی میں ایک فوج جزیرہ کے شہر رَقّہ میں بھیج دو۔ جزیرہ کے لوگوں نے ہی رومیوں کو حِمص پر حملہ کے لیے ابھارا ہے اور ان سے پہلے قَرْقِیسِیَا کے باشندے یہی حرکت کر چکے ہیں۔ دوسری فوج عبداللہ بن عِتْبان کی سرکردگی میں نَصِیْبِیْن پر چڑھائی کے لیے روانہ کر دو۔ یہاں کے باشندوں کو بھی اہل قَرْقِیسِیَا نے حملہ کے لیے اکسایا تھا۔ پھر حَرَّان جو جزیرے کا پایہ تخت تھا اور رُھَاء جا کر وہاں سے دشمن کو نکال دیں۔ حَرَّان اور رُھَاء جا کر وہاں سے دشمن کو نکال دیں۔ ایک تیسری فوج ولید بن عُقْبہ کی کمان میں جزیرہ کے عیسائی عرب قبائل رَبِیعہ اور تَنُوخ کی جانب روانہ کرو اور عِیَاض بن غَنْم کو اسی جزیرہ کے محاذ پر بھیجو۔ اگر جنگ ہو تو دوسرے سالارانِ فوج عِیَاض بن غَنْم کے ماتحت ہوں گے۔ چنانچہ جب یہ سب کے سب سپہ سالار روانہ ہوئے تو اہلِ جزیرہ حِمص کا محاصرہ چھوڑ کر جزیرے کو چل دیے۔ حضرت عمرؓ کی یہ پالیسی، سٹریٹجی تھی، حکمت عملی تھی کہ بجائے وہاں اکٹھے ہوں کچھ فوجیں جن علاقوں سے یہ فوجیں اکٹھی ہوئی تھیں ان شہروں اور علاقوں میں بھیج دو جس کا نتیجہ یہ ہوا جب انہوں نے دیکھا کہ مسلمان تو ہمارے علاقوں میں اور جزیروں میں اور شہروں میں آ رہے ہیں تو یہ لوگ پھر محاصرہ چھوڑ کے وہاں سے چلے گئے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے پھر اسی پہ اکتفا نہیں کیا۔ انہوں نے اندازہ فرما لیا تھا کہ بار بار شکستیں کھانے کے بعد ہِرَقل نے یہ جو بحری راستے سے فوجیں بھیجی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اسے اپنی قوت پر اعتماد ہے اور وہ یقین رکھتا ہے کہ اس میں تنہا مسلمانوں کے مقابلہ کی قدرت ہے۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اسکندریہ سے جہازوں پر آنے والی فوجوں کا کمانڈر اس نے اپنے بیٹے قسطنطین کو بنایا ہے۔

حضرت عمرؓ کی پلاننگ کے مطابق قَعْقَاع بن عَمرو اپنے ساتھ چار ہزار شہسواروں کو لے کر حِمص روانہ ہوئے۔ سُہَیل بن عدی، عبداللہ بن عِتْبان، ولید بن عُقْبہ اور عِیَاض بن غَنْم اہل جزیرہ کی گوشمالی کے لیے ان کے مختلف شہروں میں چلے گئے اور حضرت عمرؓ نے حِمص کے ارادے سے مدینہ چھوڑا اور جابیہ میں فروکش ہوئے۔ اہل جزیرہ نے حِمص کا محاصرہ کرنے میں رومیوں کا ساتھ دیا۔ انہیں عراق سے اسلامی فوج کی آمد کی اطلاع ہو گئی لیکن وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ یہ فوج ہمارے شہر جزیرہ پر حملہ کرے گی یا حِمص پر اس لیے وہ اپنے شہر اور اپنے بھائیوں کی حفاظت میں لگ گئے اور رومیوں کا ساتھ چھوڑ دیا۔

ایک دن حضرت ابوعبیدہؓ جب سو کر اٹھے تو معلوم ہوا کہ جزیرے کے قبائل اپنے ملک واپس چلے گئے ہیں اور ان کے مقابلے پر صرف ہِرَقل کا لشکر رہ گیا ہے۔ انہوں نے اپنی فوج سے سرداروں کو بلا کر کہا کہ وہ رومیوں کے مقابلہ کے لیے میدان میں نکلنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت خالد بن ولیدؓ بہت خوش ہوئے اور کہا کہ اس سے پہلے کہ رومی اس نئی صورت حال کا کوئی انتظام کریں ان پر فوراً حملہ کر دینا چاہیے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے لشکر کے سپاہیوں سے ایک جوشیلا خطاب کیا اور فرمایا

مسلمانو! آج جو ثابت قدم رہ گیا وہ اگر زندہ بچا تو ملک و مال اس کو ملے گا

اور اگر مارا گیا تو شہادت کی دولت ملے گی

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ وہ مشرک نہ ہو تو وہ ضرور جنت میں داخل ہو گا۔ فوج پہلے ہی سے حملے کرنے کے لیے بے قرار تھی۔ ابو عبیدہؓ کی تقریر نے اَور بھی گرما دیا اور دفعۃً سب نے ہتھیار سنبھال لیے۔ حضرت ابو عبیدہؓ قلب فوج اور حضرت خالد بن ولیدؓ میمنہ اور حضرت عباسؓ میسرہ کو لے کر بڑھے۔ دونوں گروہوں میں جنگ ہوئی تو مسلمانوں کے مقابلے میں تھوڑی ہی دیر میں رومیوں کے پیر اکھڑ گئے اور وہ شکست کھا گئے۔ جب قَعْقَاع بن عَمرو کوفہ کی فوج کے ساتھ حِمص پہنچے تو لڑائی ختم ہوئے تین دن گزر چکے تھے۔ دوسری طرف حضرت عمرؓ شام کے رستے میں جابیہ پہنچے ہی تھے کہ حضرت ابو عبیدہؓ کا قاصد ملا اور اس نے بیان کیا کہ قَعْقَاع کے حِمص پہنچنے سے تین دن پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو رومیوں پر فتح یاب کر دیا ہے اور رائے معلوم کی کہ قَعْقَاع اور اس کی فوج کو مال غنیمت میں سے حصہ دیا جائے یا نہ دیا جائے۔ حضرت عمرؓ مطمئن ہو گئے اور اس خبر کے بعد سفر جاری رکھنے کی ضرورت محسوس نہیں فرمائی۔ وہیں سے حضرت امین الامت ابو عبیدہؓ کو خط لکھا کہ اہلِ کوفہ کو مال غنیمت کی تقسیم میں شریک کیا جائے کیونکہ ان کی آمد کی خبر ہی نے دشمن کے دل پر رعب طاری کیا تھا جس کی وجہ سے اس نے شکست کھائی۔ اللہ کوفہ والوں کو جزائے خیر دے کہ اپنے علاقے کی حفاظت اور دوسرے شہر والوں کی اعانت کرتے ہیں اور اس کے بعد مدینہ کی طرف کوچ فرما دیا۔ اس شکست کے بعد قیصر پر اتنی مایوسی چھا گئی کہ وہ پھر کبھی شام کا رخ نہ کر سکا۔ ادھر باغیوں کو جب معلوم ہوا کہ رومی فوجیں جہازوں میں بیٹھ کر فرار ہو گئی ہیں تو ان کی بغاوت بھی اپنی موت آپ مر گئی۔ یہ سترہ ہجری کا واقعہ ہے۔ اس کے تین سال بعد ہِرَقل 20/ ہجری کو 641 عیسوی میں فوت ہو گیا۔

(سیدنا حضرت عمر فاروق اعظمؓ از ہیکل۔ مترجم حبیب اشعر صفحہ 384 تا 390، 590 اسلامی کتب خانہ اردو بازار لاہور)

(سیرت امیر المومنین عمر بن خطاب از الصلابی صفحہ 750 تا 752 الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ پاکستان)

(الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 134 تا 136 دار الاشاعت کراچی 1991ء)

بہرحال یہ ذکر ابھی آئندہ بھی چلے گا۔ ان شاء اللہ۔ اس وقت میں

چند مرحومین کا بھی ذکر

کرنا چاہتا ہوں جس میں پہلا ذکر مکرم چودھری سعید احمد لکھن صاحب ریٹائرڈ اسٹیشن ماسٹر کا ہے جو آج کل کینیڈا میں تھے۔ 86 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت چودھری سکندر علی صاحبؓ اور حضرت گجر بی بی صاحبہؓ کے پوتے تھے۔ حضرت چودھری سکندر علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 30 مارچ 1902ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور 1904ء سے 1928ء تک مدرسہ تعلیم الاسلام میں تعلیمی فرائض سرانجام دینے کی توفیق ملی۔ آپ ان ابتدائی اساتذہ میں سے تھے جن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی زندگی میں مدرسہ تعلیم الاسلام میں استاد مقرر فرمایا تھا۔ چودھری سعید صاحب ان کے پوتے تھے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے دینی خدمات انجام دیتے رہے جب موقع ملا۔ چودھری سعید صاحب اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ چھ بیٹے اور تین بیٹیاں شامل ہیں۔ سب بچے کسی نہ کسی رنگ میں اس نیک تربیت کی وجہ سے جو انہوں نے اپنے بچوں کی کی۔ جماعت کی خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے فہیم احمد لکھن کینیا میں مربی سلسلہ ہیں اور وہاں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں اور میدان عمل میں ہونے کی وجہ سے اپنے والد کے جنازے میں شامل نہیں ہو سکے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے اور مرحوم کے ساتھ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

مرحوم بہت دینی غیرت رکھنے والے انسان تھے۔ زمانہ طالبعلمی میں 1953ء میں سمندری شہر کے ہائی سکول میں ہونے والے مجلس احرار کے جلسہ میں دیگر غیر احمدی طلبہ کے ساتھ موجود تھے۔ جب عطاء اللہ شاہ بخاری نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بیہودہ الزام لگائے اور آپ علیہ السلام کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کیے تو سعید صاحب فوراً کھڑے ہو گئے اور اس مولوی کو للکارا اور اس کی تقریر کے دوران ہی اس سے مخاطب ہوئے کہ تم صرف جھوٹ بول رہے ہو اور اسے چپ کروا دیا۔ اس پر مولوی نے کہا اس مرزائی کو پکڑو اور مارو۔ آپ پر شدید تشدد کیا گیا لیکن بہرحال اس دوران جلسہ میں بھگدڑ مچ گئی اور جلسہ منتشر ہو گیا۔ ہمیشہ اپنی اولاد کو یہ تلقین کرتے تھے کہ احمدیت کے معاملہ میں کبھی کسی سے دبنا یا ڈرنا نہیں ہے۔

دوسرا ذکر مکرم محمد شہاب الدین صاحب نائب نیشنل امیر بنگلہ دیش کا ہے۔ ان کی وفات 12/ جولائی کو ہوئی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ اٹھارہ سال کی عمر میں 1964ء میں ایک خواب کی بنا پر انہوں نے احمدیت قبول کی تھی۔ مرحوم موصی تھے۔ سلسلہ کے دیرینہ خادموں میں سے تھے۔ بہت ساری خوبیوں کے مالک تھے۔ خلافت کے شیدائی، ایماندار، امانت دار، خاموش طبع اور جماعت اور سلسلہ کے مفاد کو اچھی طرح سمجھنے والے تھے۔ اپنی وفات سے پہلے وصیت کے چندے وغیرہ کا حساب صاف کر کے گئے۔ ان کے بڑے بیٹے شمس الدین احمد معصوم صاحب مربی سلسلہ ہیں۔ مرحوم کی اولاد میں چار بیٹوں کے علاوہ تین بیٹیاں بھی ہیں۔ مرحوم اپنے چچا کی تبلیغ سے متاثر ہو کر احمدی ہوئے تھے اور اپنے گھر میں شدید مخالفت کا سامنا بھی کرنا پڑا اور صبر و استقلال سے 1963ء میں چند ماہ یہ سب مخالفت برداشت کی اور بعد ازاں گھر بار چھوڑ کر پہلے برہمن بڑیا اور پھر ڈھاکہ آ کر بس گئے۔ بعد میں ان کی شادی پرانے احمدی خاندان میں ہوئی۔ ایک خصوصیت ان کی قناعت شعاری تھی۔ تھوڑے پر راضی رہنا اور صبر اور شکر کے ساتھ گزارہ کرنا جانتے تھے۔ ان کی دیانت داری کی وجہ سے غیر احمدی تاجر بھی ان کی بڑی عزت کیا کرتے تھے اور سب ان کو اس لحاظ سے بہت نیک اور صحیح تجارت کرنے والا سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا ذکر ہے محترم راؤل عبد اللہ صاحب کا جو ارجنٹائن کے رہنے والے تھے۔ یہ ارجنٹینین تھے۔ 6/ ستمبر کو ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ وہاں کے مربی سلسلہ لکھتے ہیں کہ جماعت احمدیہ ارجنٹائن کے ابتدائی احمدیوں میں سے تھے۔ ارجنٹائن کی جماعت بالکل نئی جماعت ہے۔ چند سال پہلے قائم ہوئی ہے۔ جماعت احمدیہ سے ان کا پہلا تعارف 2018ء میں ایک بُک فیئر پہ ہوا تھا۔ جب ان کا جماعت سے رابطہ ہوا تو ان کے غیر از جماعت مسلمان دوستوں نے ان کو جماعت سے متنفر کرنا چاہا لیکن آپ اس کے باوجود باقاعدہ جماعت کے پروگراموں میں شامل ہوتے رہے۔ بہرحال ان دوستوں کے اثر کی وجہ سے ان کے دل میں کچھ شکوک وشبہات بھی تھے جس کو دور کرنے کے لیے یہ جلسہ سالانہ یوکے میں شامل ہوئے اور اپنے ذاتی خرچ پر یہاں آئے اور یہاں پھر ان کی میرے سے ملاقات بھی ہوئی اور اس ملاقات کے بعد پھر ان کے شکوک وشبہات بھی دور ہو گئے اور مکمل شرح صدر ان کو حاصل ہوا اور انہوں نے بیعت بھی کر لی اور بیعت سے پہلے بھی اصل میں تو یہ احمدی تھے، لوگوں کو احمدیت کی تبلیغ کیا کرتے تھے لیکن باقاعدہ بیعت انہوں نے پھر یہاں آ کر کی۔ اپنی فیملی میں واحد مسلمان تھے۔ ان کے دوستوں نے آخر وقت تک انہیں جماعت سے دور کرنے کی کوشش کی لیکن استقامت کے ساتھ احمدیت پر قائم رہے۔ جماعت کے لیے بڑی غیرت رکھتے تھے اور ہمیشہ اپنوں اور غیروں کے سامنے بڑے فخر سے اپنا تعارف بطور احمدی کے کرواتے تھے۔ جماعتی سرگرمیوں میں بڑے اخلاص اور بھرپور جذبے سے شرکت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کے قریبیوں اور عزیزوں کو بھی احمدیت قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نمازوں کے بعد ان کے نماز جنازہ غائب ادا کروں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل 15 اکتوبر 2021ء)

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ پر شریعت مکمل ہو چکی ہے۔ لیکن یہ فتنہ پرداز مولوی عوام الناس کے جذبات کو اس بات سے انگیخت کرتے ہیں کہ احمدی عقیدہ ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتے۔ اس پر سوائے اِنَّا لِلّٰہِ پڑھ کر لَعۡنَتُ اللّٰہِ عَلَی الۡکَاذِبِیۡنَ کہا جائے اس کے علاوہ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ جو احمدی کہلاتے ہوئے پھر اس بات پر ایمان نہیں رکھتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں وہ فاسق، فاجر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اور جماعت احمدیہ مسلمہ کا ایسے شخص سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ احمدی ختم نبوت کی وہ تعریف کرتے ہیں جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی اور جس کو قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ اب کوئی نبی نہیں آ سکتا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اور آپ کی لائی ہوئی شریعت سے باہر ہو۔

(خطبہ جمعہ 16 دسمبر 2016ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

آرڈیننس از حکومت پاکستان
مجریہ 26اپریل 1984ء

حکومت پاکستان نے اس آرڈیننس کے تحت احمدیوں کو اسلامک ایکٹویٹیز سے روک دیا اور تمام قرآنی و اسلامی اصطلاحات کے استعمال سے بھی منع کر دیا۔ ادارہ الفضل آن لائن 12ربیع الاول کے مبارک موقع پر مورخہ 18تا23اکتوبر اپنا مؤقف ان 6دنوں میں بیان کر رہا ہے۔ ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم۔

Religious and Ahmadi-specific Laws

General Zia's Notorious Ordinance XX of 1984 and the Blasphemy Law

The Gazette of Pakistan

EXTRAORDINARY
PUBLISHED BY AUTHORITY
ISLAMABAD, THURSDAY, APRIL 26, 1984

PART 1

Acts, Ordinances, President's Orders and Regulations including Martial law Orders and Regulations

Government of Pakistan

MINISTRY OF LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS
(LAW DIVISION)

Islamabad, the 26th April 1984

No. F.17 (1) 84-Pub. The following Ordinance made by the President is hereby published for general information.

ORDINANCE NO. XX OF 1984
AN ORDINANCE

to amend the law to prohibit the Quadiani group, Lahori group and Ahmadis from indulging in anti-Islamic activities:

WHEREAS it is expedient to amend the law to prohibit the Quadiani group, Lahori group and Ahmadis from indulging in anti-Islamic activities:

AND WHEREAS the President is satisfied that circumstances exist which render it necessary to take immediate action:

NOW, THEREFORE, in pursuance of the Proclamation of the fifth day of July, 1977, and in exercise of all powers enabling him in that behalf, the President is pleased to make and promulgate the following Ordinance:

PART I - PRELIMINARY

1. **Short title and commencement.**

   (1) This Ordinance may be called the Anti-Islamic Activities of the Quadiani Group, Lahori Group and Ahmadis (Prohibition and Punishment) Ordinance, 1984.

   (2) It shall come into force at once.

2. **Ordinance to override orders or decisions of courts.**
   The provisions of this Ordinance shall have effect notwithstanding any order or decision of any court.

PART II - AMENDMENT OF THE PAKISTAN PENAL CODE

(ACT XLV OF 1860)

3. Addition of new sections 298B and 298C, Act XLV of 1860.
In the Pakistan Penal Code (Act XLV of 1860), in Chapter XV, after section 298A, the following new sections shall be added, namely:

"**298B. Misuse of epithets, descriptions and titles, etc., reserved for certain holy personages or places.**

(1) Any person of the Quadiani group or the Lahori group (who call themselves 'Ahmadis' or by any other name) who by words, either spoken or written, or by visible representation;

(a) refers to, or addresses, any person, other than a Caliph or companion of the Holy Prophet Muhammad (peace be upon him),as '*Ameerul Mumineen*', '*Khalifa-tui-Mumineen*', '*Khalifa-tul-Muslimeen*', '*Sahaabi*' or '*Razi Allah Anho*'

(b) refers to, or addresses, any person, other than a wife of the Holy Prophet Muhammad (peace be upon him) as '*Ummul-Mumineen*'

(c) (c) refers to, or addresses, any person, other than a member of the family (Ahle-bait) of the Holy Prophet Muhammad (peace be upon him), as '*Ahle-bait*'; or

(d) refers to, or names, or calls, his place of worship as '*Masjid*';

shall be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to three years and shall also be liable to fine.

(2) Any person of the Quadiani group or Lahori group (who call themselves Ahmadis or by any other name) who by words, either spoken or written, or by visible representation, refers to the mode or form of call to prayers followed by his faith as '*Azan*' or recites *Azan* as used by the Muslims, shall be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to three years, and shall also be liable to fine.

(3) **298C. Person of Quadiani group etc., calling himself a Muslim or preaching or propagating his faith.**
Any person of the Quadiani group or the Lahori group (who call themselves '*Ahmadis*' or by any other name), who, directly or indirectly, poses himself as Muslim, or calls, or refers to, his faith as Islam, or preaches or propagates his faith, or invites others to accept his faith, by words, either spoken or written, or by visible representations, or in any manner whatsoever outrages the religious feelings of Muslims, shall be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to three years and shall also be liable to fine."

PART III AMENDMENT OF THE CODE OF CRIMINAL PROCEDURE 1898
(ACT V OF 1898)

4. Amendment of section 99A, Act V of 1898. In the Code of Criminal Procedure, 1898 (Act V of 1898), hereinafter referred to as the said Code, in section 99A, in sub-section (I):

(a) after the words and comma "of that class", the words, figures, brackets, letter and commas "or any matter of the nature referred to in clause (ii) of sub-section (1) of section 24 of the West Pakistan Press and Publications Ordinance, 1963," shall be inserted; and

(b) after the figure and letter "295A", the words, figures and letters "or section 298A or section 298B or section 298C" shall be inserted.

5. Amendment of Schedule II. Act V of 1898. In the said Code, in Schedule II, after the entries relating to section 298A, the following entries shall be inserted, namely:

1	2	3	4	5	6	7	8
298B	Misuse of epithets, descriptions and titles, etc, reserved for certain holy personages or places	Ditto	Ditto	Not bailable	Ditto	Imprisonment of either description for three years, and fine.	Ditto
298C	Person of Quadiani group, etc. calling himself a Muslim or preaching or propagating his faith.	Ditto	Ditto	Ditto	Ditto	Ditto	Ditto

PART IV AMENDMENT OF THE WEST PAKISTAN PRESS AND PUBLICATIONS ORDINANCE 1963 (W.P. ORDINANCE NO. XXX OF 1963)

6. Amendment of section 24, West Pakistan Ordinance No. XXX of 1963.
In the West Pakistan Press and Publications Ordinance, 1963 (W.P. Ordinance No. XXX of 1963), in section 24, in sub-section (1) after clause (i), the following new clause shall be inserted, namely;

"(ii)
are of the nature referred to in section 298A, section 298B. or section 298C of the Pakistan Penal Code (Act XLV of 1860), or",

General, M. Zia-Ul-Haq,
President.

صدف علیم صدیقی ۔ ریجائنا، کینیڈا

ایک احمدی کو عید میلاد النبی ﷺ کیسے منانی چاہیے؟

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو اپنے ماننے والوں کو ایک مکمل ضابطہِ حیات فراہم کرتا ہے وہ اپنے پیروکاروں کو تمام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے آگاہ کرتا ہے اور معروف امر بجا لانے والوں کو فردوس بریں کی بشارت سناتا اور خطوات الشیاطین پہ چلنے والوں کو نہایت دردناک عذاب الیم سے ڈراتا ہے۔

کتاب رحمان میں وہ فرماتا ہے:

وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

(الانعام: 154)

ترجمہ: اور بے شک یہی میرا سیدھا راستہ ہے۔ سو اسی کا اتباع کرو اور دوسرے راستوں پر مت چلو وہ تمہیں اللہ کی راہ سے ہٹا دیں گے، (اللہ نے) تمہیں اسی کا حکم دیا ہے تا کہ تم متقی بن جاؤ۔

خدا تعالیٰ کا جماعت احمدیہ کے افراد پر احسان عظیم ہے کہ انکو خلافت کی نعمت سے سرفراز کیا ہے۔ خلیفہ وقت وہ شجرِ سایہ دار ہے جس کا سایہ نہ صرف ظلمتوں کی دھوپ سے محفوظ رکھتا ہے بلکہ اُن کے ارشادات کے اثمار ہمیں قرب الٰہی میں بڑھاتے اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دلوں میں جاگزیں کرتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض خدا اور اسکے بندوں کے تعلق کو مضبوط کرنا تھا اور توحید کا قیام کرنا تھا جو مذہب اسلام کی جڑ ہے اور جس کے قیام کے لیے دنیا کے ہر نبی نے سعی کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اتمام حجت کر دی۔ حجۃ الوداع کے موقع پر قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت کر کے آپؐ نے رہتی دنیا تک اس شریعت، اس کتاب، اس مذہب اور اسکی تعلیمات کو کافی قرار دے گیا تھا۔

اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَـكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ وَرَضِيۡتُ لَـكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا۔

(المائدہ: 4)

ترجمہ: آج میں تمہارے لیے تمہارا دین پورا کر چکا اور میں نے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا اور میں نے تمہارے لیے اسلام ہی کو دین پسند کیا ہے۔

اسی تعلیمات کو ازسر نو زندہ کرنے اور دنیا کو اسلام کا اصل اور درست چہرا دکھلانے کے واسطے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس دنیا میں تشریف لائے۔

بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ اس کی تفصیل بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’مجھے بھیجا گیا ہے تا کہ مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھوئی ہوئی عظمت کو پھر قائم کروں اور قرآن شریف کی سچائیوں کو دنیا کو دکھاؤں اور یہ سب کام ہو رہا ہے۔ لیکن جن کی آنکھوں پر پٹّی ہے وہ اس کو دیکھ نہیں سکتے‘‘۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 14۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

غیر از جماعت افراد اکثر جماعت احمدیہ کو اس بات کے لیے نشانہ بناتے ہیں کہ ہم عید میلاد النبیؐ انکے طریق پر نہیں مناتے۔ ان کی طرح جلوس نہیں نکالتے ان کی طرح گھروں کے باہر ڈھیر لگا لگا کر محفلیں نہیں لگاتے اونچی اونچی آوازوں میں نعتیں قوالیاں چلا کر اہل محلہ کو پریشان کیوں نہیں کرتے۔ حلوے اور انواع واقسام کے پکوان پکوا کر ان پر ختم کروا کر ہمسائیوں میں تقسیم کیوں نہیں کیا جاتا اور اس دن کو عید کے طور پر کیوں نہیں منایا جاتا؟

تو ایک موقعہ پر جماعت احمدیہ شملہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لکھا کہ عید میلاد کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے؟ اس پر آپؓ نے فرمایا:

’’عید میلاد بدعت ہے۔ عیدیں دو ہیں۔ اس طرح تو لوگ نئی نئی عیدیں بناتے جائیں گے۔ اور احمدی کہیں گے کہ مرزا صاحب پر الہام اوّل کے دن ایک عید ہو۔ یوم وصال پر عید ہو۔ آنحضرتؐ کے سب سے بڑے محب تو صحابہ تھے۔ انہوں نے کوئی تیسری عید نہیں منائی بلکہ ان کا یہی مسلک رہا کہ

بزہد و ورع کوش وصدق وصفا ولیکن میفزائے بر مصطفیٰؐ

اگر عید میلاد جائز ہوتی۔ تو حضرت صاحب (مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) آنحضرت ﷺ کے بڑے محب تھے، وہ مناتے۔ ایسی عید نکالنا جہالت کی بات ہے۔ اور نکالنے والے صرف عوام کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ ورنہ ان میں کوئی دینی جوش نہیں۔‘‘

(حیات نور، باب ہفتم صفحہ 508)

پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کے بعد اس بات کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے۔

ایک مرتبہ پیسہ اخبار نے عید میلاد منانے کے لیے یہ تحریک کی تھی کہ اس روز تمام مسلمان نہائیں، دھوئیں اور عید منائیں۔

اس کا ذکر جب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کیا گیا تو آپؓ نے فرمایا:

’’اسلام میں صرف دو ہی عیدیں شارع علیہ السلام نے مقرر فرمائی ہیں۔ یا جمعہ کا دن ہے‘‘

(حیات نور، باب ہفتم صفحہ 507)

مسلمانوں کے زوال کی ایک بڑی وجہ اسلام کی تعلیمات پر عمل نہ کرنا اور دوسرے مذاہب کی دیکھا دیکھی کچھ نئ رسومات اور بدعات کو اسلام کی طرف منسوب کرنا ہے۔ عید میلاد النبی ﷺ کے جلسے جلوس اور حلوے مانڈے ختم درود بھی وہی بدعات اور بد رسوم ہیں جو خود ساختہ ہیں اور جن کا اسلام سے دور دور کا بھی واسطہ نہیں۔ عید میلاد النبی ﷺ منانے کا اسلام کی پہلی تین صدیوں تک کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ حالانکہ ان صدیوں کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے اس بات کا علم ہوتا ہے کہ اس وقت کے مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید محبت رکھتے تھے اور آپ ﷺ کی تمام کی تمام تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے۔ لیکن ان میں سے کسی نے بھی کبھی اس طریق پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم پیدائش نہیں منایا۔ کیونکہ وہ آپ ﷺ کی سنت و احادیث کا مکمل علم رکھتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ آپ ﷺ نے اسلام میں بدعات پیدا کرنے والے کے لیے کیا حکم دیا ہے۔

بدعت کے بارے میں درج ذیل احادیث سے اسکے مکروہ ہونے کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ اَحْدَثَ فِيْٓ اَمْرِ هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ

(بخاری ومسلم)

جس نے ہمارے اس معاملے (دین) میں کوئی نئ چیز گھڑی تو وہ مردود ہوگی۔

اسی ضمن میں مزید فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ۔

(ترمذی، جلد 2 صفحہ 92۔ اور ابوداؤد، جلد 2 صفحہ 289)

ترجمہ: تم پر لازم ہے کہ میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرو۔

ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور سیرت کا ایک ایک لمحہ قابل عمل ہے۔ اگر ان کی اتباع اور پیروی کا نام ہی دین ہے۔ آپ کی سیرت پر عمل کرنے سے ہی انسان رحمت الٰہی کا مورد ہوتا ہے۔

اور اگر کوئی شخص عبادت و نیکی اور ثواب کی غرض سے کوئی ایسا کام کرے گا جس کا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دَور میں نہیں تھا۔ اور خلفائے راشدین کا سنہرا دور بھی اس کام سے خالی نظر آتا ہے۔ اور اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہ کام نہیں کرتے تھے۔ آج کوئی شخص اس کام کو نیکی اور دین سمجھتا ہے تو وہ سراسر فریب اور دھوکہ اور غلط فہمی میں مبتلا ہے۔ وہ کام ثواب اور دین نہیں ہوگا بلکہ بدعت ہوگا۔

اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم پیدائش کو ایک رسم اور تہوار کے طور پر منانے کا آغاز

عبداللہ بن محمد بن عبداللہ قداح نامی شخص نے کیا تھا۔ جس کے پیروکار فاطمی کہلاتے ہیں اور وہ اپنے آپ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ مصر میں ان کی حکومت کا زمانہ 362 ہجری بتایا جاتا ہے۔

پس سب سے پہلے جن لوگوں نے میلاد النبی ﷺ کی تقریب شروع کی وہ باطنی مذہب کے تھے اور جس طرح انہوں نے شروع کی وہ یقیناً ایک بدعت تھی۔

کیونکہ تاریخ ہمیں یہی بتاتی ہے کہ کسی صحابیؓ یا تابعی جو صحابہؓ کے بعد آئے، جنہوں نے صحابہؓ کو دیکھا ہوا تھا انکے زمانے میں عید میلاد النبی ﷺ کا ذکر نہیں ملتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

اس مسئلہ میں بھی افراط و تفریط سے کام لیا گیا ہے۔ بعض لوگ اپنی جہالت سے کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کا تذکرہ ہی حرام ہے۔ (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ)۔ یہ ان کی حماقت ہے۔ ’’آنحضرت ﷺ کے تذکرہ کو حرام کہنا بڑی بے باکی ہے۔ جبکہ آنحضرت ﷺ کی سچی اتباع خدا تعالیٰ کا محبوب بنانے کا ذریعہ اور اصل باعث ہے اور اتباع کا جوش تذکرہ سے پیدا ہوتا ہے اور اس کی تحریک ہوتی ہے۔ جو شخص کسی سے محبت کرتا ہے اس کا تذکرہ کرتا ہے۔‘‘

’’ہاں جو لوگ مولود کے وقت کھڑے ہوتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ہی خود تشریف لے آئے ہیں (یہ بھی ان کا ایک طریق کار ہے۔ جلسہ ہوتا ہے مولود کی محفل ہو رہی ہے، اس میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مجلس بیٹھی ہوئی ہے تقریر کرنے والا مقرر کچھ بول رہا ہے، کہتا ہے آنحضرت ﷺ تشریف لے آئے اور سارے بیٹھے ہوئے لوگ کھڑے ہو گئے) فرمایا کہ یہ جو ’’خیال کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ تشریف لے آئے ہیں۔ یہ اُن کی جرأت ہے۔ ایسی مجلسیں جو کی جاتی ہیں ان میں بعض اوقات دیکھا جاتا ہے کہ کثرت سے ایسے لوگ شریک ہوتے ہیں جو تارک الصلوٰۃ ہیں‘‘۔ (لوگ تو ایسے بیٹھے ہوئے ہیں جو نماز بھی پانچ وقت نہیں پڑھ رہے ہوتے بلکہ بعض تو نمازیں بھی نہیں پڑھنے والے ہوتے، عید پڑھنے والے ہوتے ہیں صرف یا صرف محفلوں میں شامل ہو جاتے ہیں)۔ فرمایا کہ ’’کثرت سے ایسے لوگ شریک ہوتے ہیں جو تارک الصلوٰۃ، سود خور اور شرابی ہوتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو ایسی مجلسوں سے کیا تعلق؟ اور یہ لوگ محض ایک تماشہ کے طور پر جمع ہو جاتے ہیں، پس اس قسم کے خیال بیہودہ ہیں‘‘

ایک شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام سے مولود خوانی پر سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا:

’’آنحضرت ﷺ کا تذکرہ بہت عمدہ ہے بلکہ حدیث سے ثابت ہے کہ انبیاء اور اولیاء کی یاد سے رحمت نازل ہوتی ہے اور خود خدا نے بھی انبیاء کے تذکرہ کی ترغیب دی ہے۔ لیکن اگر اس کے ساتھ ایسی بدعات مل جاویں جن سے توحید میں خلل واقع ہو تو وہ جائز نہیں۔ خدا کی شان خدا کے ساتھ اور نبی کی شان نبی کے ساتھ رکھو۔ آج کل کے مولویوں میں

بدعت کے الفاظ زیادہ ہوتے ہیں اور وہ بدعات خدا کے منشاء کے خلاف ہیں۔ اگر بدعات نہ ہوں تو پھر تو وہ ایک وعظ ہے۔ آنحضرتؐ کی بعثت، پیدائش اور وفات کا ذکر ہو تو موجب ثواب ہے۔ ہم مجاز نہیں کہ اپنی شریعت یا کتاب بنالیویں‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 159۔ 160 حاشیہ)

٭حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جماعت کو میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

کہ آنحضرت ﷺ کی سیرت اگر بیان کرنی ہے تو یہ بڑی اچھی بات ہے۔ لیکن آج کل ہوتا کیا ہے؟ خاص طور پر پاکستان اور ہندوستان میں ان جلسوں کو سیرت سے زیادہ سیاسی بنالیا جاتا ہے، یا ایک دوسرے مذہب پہ یا ایک دوسرے فرقے پہ گند اچھالنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں جو کوئی جلسہ یہ لوگ کرتے ہیں، اس میں یہ نہیں ہوا کہ سیرت کے پہلو بیان کر کے صرف وہیں تک بس کر دیا جائے بلکہ ہر جگہ پر جماعت احمدیہ کے خلاف اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات پر بے انتہا بیہودہ اور لغو قسم کی باتیں کی جاتی ہیں اور آپ ﷺ کی ذات کو تضحیک کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

گزشتہ دنوں ربوہ میں ہی مولویوں نے بڑا جلسہ کیا، جلوس نکالا۔ اور وہاں کی جو رپورٹس ہیں۔ اس میں صرف یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ جلسہ سیاسی مقصد کے لئے اور احمدیوں کے خلاف اپنے بغض و عناد کے اظہار کے لئے منعقد کیا گیا تھا۔ تو اس قسم کے جو جلسے ہیں ان کا تو کوئی فائدہ نہیں۔ آنحضرت ﷺ کی ذات تو وہ بابرکت ذات ہے کہ جب آپ ﷺ آئے تو رحمۃ للعالمین بن کے آئے۔ آپ ﷺ تو دشمنوں کے لئے بھی رو رو کر دعائیں کرتے رہے۔

بہرحال خلاصہ یہ کہ مولود کے دن جلسہ کرنا، کوئی تقریب منعقد کرنا منع نہیں ہے بشرطیکہ اس میں کسی بھی قسم کی بدعات نہ ہوں۔ آنحضرت ﷺ کی سیرت بیان کی جائے۔ اور اس قسم کا (پروگرام) صرف یہی نہیں کہ سال میں ایک دن ہو۔ محبوب کی سیرت جب بیان کرنی ہے تو پھر سارا سال ہی مختلف وقتوں میں جلسے ہو سکتے ہیں اور کرنے چاہئیں اور یہی جماعت احمدیہ کا تعامل رہا ہے، اور یہی جماعت کرتی ہے۔ اس لیے یہ کسی خاص دن کی مناسبت سے نہیں، لیکن اگر کوئی خاص دن مقرر کر بھی لیا جائے اور اس پہ جلسے کیے جائیں اور آنحضرت ﷺ کی سیرت بیان کی جائے بلکہ ہمیشہ سیرت بیان کی جاتی ہے۔ اگر اس طرح پورے ملک میں اور پوری دنیا میں ہو تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے لیکن یہ ہے کہ بدعات شامل نہیں ہونی چاہئیں۔ کسی قسم کے ایسے خیالات نہیں آنے چاہئیں کہ اس مجلس سے ہم نے جو برکتیں پالی ہیں ان کے بعد ہمیں کوئی اور نیکیاں کرنے کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ بعضوں کے خیال ہوتے ہیں۔ تو نہ افراط ہو نہ تفریط ہو۔

(خطبہ جمعہ 13 مارچ 2009ء)

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف سال کے سال ایک رسم اور سالگرہ کے طور پر منانے والی چیز نہیں بلکہ اس کو تو اپنی روزمرہ زندگی کے ہر ہر پہلو پر لاگو کرنا چاہیے۔ اسے ہی اپنی زندگی کا نصب العین بنانا چاہیے۔ سال کے سال جیسے دیگر مذاہب کے لوگ سالگرہ یا کوئی خاص دن مناتے ہیں کہ کیک کاٹے جارہے ہیں بے تحاشا روپیہ پیسہ آرائش و زیبائش پر خرچ کیا جاتا ہے اور ان سب کے بعد کسی کو اسکی اگلی زندگی سے کچھ غرض نہیں ہوتی۔ یہ فادر ڈے، مدرز ڈے اور اسی طرح کے دوسرے دن منائے جاتے ہیں لیکن انکا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اگر انہوں نے پورا سال ان میں سے کسی انسان سے رابطہ نہیں کیا اسے کوئی اہمیت نہیں دی تو کم از کم اس ایک مخصوص دن اسے خاص محسوس کرا دیا جائے۔ تو کیا ایک عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دل اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ وہ پورا سال تو نہ آپ کی ذات اقدس پر درود بھیجے نہ آپ کی کسی تعلیم پر عمل کرے نہ آپ کی شان میں کوئی جلسہ منعقد کروائے اور نہ ہی ایسی کسی پاک محفل میں جہاں اس محبوب خدا کا ذکر ہو رہا ہو شرکت کرے اور محض رسم کے طور پر بارہ ربیع الاول کو آپ کی پیدائش کی خوشی وہ بھی غیر شرعی انداز میں منا کر ڈھول تاشے بجا کر دوسرے مذاہب کی تحقیر کر کے کیک پر آپ کے نعلین مبارک کا عکس بنا کر پھر اسے کاٹ کر یہ اپنے عاشق ہونے کا ثبوت دے رہا ہے۔

سالگرہ منانے کے بارے میں خلفائے احمدیت کی کیا تعلیمات ہیں

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ سے ایک خاتون نے یہ سوال کیا کہ ہم لوگ برتھ ڈے پارٹی یعنی سالگرہ کی تقریب کیوں نہیں مناتے؟

جواباً حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا:

’’ایک احمدی کے لیے ہر طرزِ عمل میں رہنمائی حضرت نبی کریم ﷺ کی سیرت پاک سے ملتی ہے۔ چنانچہ پتہ چلتا ہے کہ نبی کریمؐ نے کبھی اپنی سالگرہ نہیں منائی۔ قطعی طور پر یہ بھی ثابت ہے کبھی کسی نبی نے اپنی سالگرہ نہیں منائی۔ کبھی کسی صحابی نے اپنی یا اپنے بانی مذہب کی سالگرہ نہیں منائی۔ بائبل میں کہیں یہ ذکر نہیں ملتا کہ بنی اسرائیل کے کسی نبی یا خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برتھ ڈے منائی گئی ہو۔ حضرت نبی کریمؐ کے صحابہؓ آپ ﷺ ہی سے تربیت یافتہ تھے اور کسی سے بھی زیادہ آنحضرت ﷺ سے زیادہ محبت کرتے تھے۔ انہوں نے اس شدید محبت کے باوجود کبھی حضرت نبی کریمؐ کی سالگرہ نہیں منائی۔ نہ صحابہ نے نہ تابعین نے اور نہ تبع تابعین نے…‘‘

(الفضل 14/ فروری 1994ء صفحہ 2)

٭حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ایک طفل نے دریافت کیا کہ کیا ایک مسلمان کے لیے سالگرہ منانا مناسب ہے؟

حضور انور نے فرمایا:

’’احمدی مسلمان بچے ہوتے ہوئے تم اپنے گھروں میں اپنی سالگرہ منا سکتے ہو لیکن دوسروں کو بلا کر پیسے ضائع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تم اپنی فیملی کے ساتھ بیٹھ کر کچھ میٹھا بنا کر اچھا وقت گزار سکتے ہو۔ لیکن بہت سے لوگوں کو بلانا اور فضول خرچی کرنا، اس کی اجازت نہیں ہے۔ ہم آنحضرت ﷺ کی سالگرہ کبھی نہیں مناتے نہ ہی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی، نہ ہی کسی اور فردِ واحد کی۔ تو اگر تم آنحضرت ﷺ کی سالگرہ نہیں مناتے تو پھر ہماری اپنی سالگرہ منانے کی کیا ضرورت ہے؟ اس لیے تم اپنی فیملی کے افراد کے ساتھ منا سکتے ہو اور تمہاری امی تمہارے لیے کچھ اچھا کھانا بنا سکتی ہیں، جیسے کیک یا پیسٹری یا کچھ میٹھا یا جو بھی تمہیں پسند ہو۔‘‘

(ملاقات نیشنل مجلس عاملہ مجلس خدام الاحمدیہ گیمبیا منعقدہ مؤرخہ 23/ مئی 2021ء)

٭پھر ایک اور موقع پر نائب مہتمم مال صاحب انڈونیشیا نے سوال کیا کہ ہم برتھ ڈے کیوں نہیں مناتے؟

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ ہم برتھ ڈے نہیں مناتے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برتھ ڈے بھی نہیں مناتے بلکہ جلسہ سیرت النبیؐ کرتے ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

’’اگر کوئی مجھے یاد کروا دے کہ آج میری برتھ ڈے ہے تو میں دو نفل ادا کرتا ہوں اور صدقہ دیتا ہوں اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے زندگی دے اور خدا تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کی توفیق دی ہے اور دعا کرتا ہوں کہ آئندہ اللہ کا فضل ہمیشہ شامل حال رہے۔‘‘

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مزید فرمایا:

’’برتھ ڈے کے موقع پر موم بتیاں جلانا، کیک کاٹنا اور دعوتوں پر رقم خرچ کرنے سے کہیں بہتر ہے کہ یہ رقم غرباء کو صدقہ میں دے دو، چیرٹی آرگنائزیشن ہیں انکو دے دو وہ غریبوں کی مدد کرتی ہیں انکے کام آجاتے ہیں، ہومیو نیٹی فسٹ ہے اُس کو بھی دے سکتے ہو تو اس طرح رقم ادھر ادھر ضائع کرنے کی بجائے غرباء کے کام آجائے گی تو خدا کی رضا کی خاطر یہ کام کر کے ہم اپنی برتھ ڈے منا سکتے ہیں۔ میٹنگ کے آخر پر صدر صاحب سنگاپور نے بتایا کہ برتھ ڈے کے ذکر سے مجھے یاد آیا کہ آج میری برتھ ڈے ہے۔ اس پر حضور انور نے فرمایا کہ دو نفل پڑھو اور صدقہ دو اور اپنی عاملہ کو ساتھ لے کر میرے ساتھ تصویر بنواؤ۔

(الفضل انٹرنیشنل 13 اکتوبر 2013ء تا 18 اکتوبر 2013ء)

پاکستان میں رہنے والے اس بات کے گواہ ہیں کہ کچھ سالوں سے 12 ربیع الاول کے موقع پر گھروں کے باھر کھلونے سجا کر مختلف ڈیزائن بنا کر اونچی اونچی آواز میں گانے بجا کر مخلوط محافل میں باقاعدہ ناچ گانا تک کیا جاتا ہے اس طرح کی مختلف وڈیوز وقتاً فوقتاً سوشل میڈیا پر گردش کرتی بھی دکھائی دیتی ہیں۔ اور اس پر یہ لوگ جماعت احمدیہ پر انگلیاں اٹھاتے ہیں کہ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ ہم عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہیں یا ہمیں آپ سے پیار نہیں ہے۔

یہ بات درست ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سالگرہ نہیں مناتے کیونکہ ہم آپ ﷺ کی بابرکت زندگی کی خوشی مناتے ہیں ہم آپ ﷺ کی شان میں جلسہ جات کا انعقاد کرتے ہیں جہاں ہر دوسرا شخص اپنی قابلیت اور علمی صلاحیت کے مطابق اپنی محبت کا ثبوت پیش کرتا ہے۔ درود وسلام کے نذرانے پیش کیے جاتے ہیں جو محبین کی دل کی گہرائیوں سے نکلتے ہیں اور اُنکی پُرنم آنکھیں اس عشق کو چھپانے میں ناکام ہو جاتی ہیں جو جماعت احمدیہ کے افراد کے رگ و ریشے میں سمایا ہوا ہے۔

کرائے کے قوال اور نعت خواں بلا کر اُن پر پیسے نچھاور نہیں کیے جاتے بلکہ اپنے دلی جذبات بیان کیے جاتے ہیں۔ کیونکہ یہی ہماری تعلیم ہے۔ یہی ہمارے بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے ہمیں سکھلایا اور یہی خلفائے احمدیت اپنے خطابات میں بتاتے رہے ہیں۔ میلاد النبی ﷺ کو صحیح طور پر منانے کی بابت حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے خطبہ جمعہ 13/ مارچ 2009ء میں فرماتے ہیں کہ:

’’بعض لوگ جو ہمارے معترضین ہیں، مخالفین ہیں، ان کا ایک یہ اعتراض بھی ہوتا ہے۔ مجھے بھی لکھتے ہیں، احمدیوں سے بھی پوچھتے ہیں کہ احمدی کیوں یہ دن اہتمام سے نہیں مناتے؟… اصل میں احمدی ہی ہیں جو اس دن کی قدر کرنا جانتے ہیں‘‘

٭حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ کے دور خلافت میں جب ایک دشمن رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ’’رنگیلا رسول‘‘ کے نام سے ایک نہایت قابل اعتراض کتاب شائع کی تو اس وقت آپ رضی اللہ تعالی نے بجائے اسکے کہ توڑ پھوڑ یا ہنگامے مچانے کے لیے جلسے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد کرنے کی طرف توجہ دلائی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو اس طور پر بیان کیا جائے کہ سب معاندین رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپکی خوبیوں کے قائل ہو جائیں اور یہی جماعت احمدیہ کا مشن ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ

’’لوگوں کو آپ ﷺ پر حملہ کرنے کی جرأت اس لیے ہوتی ہے کہ وہ آپ ﷺ کی زندگی کے صحیح حالات سے ناواقف ہیں یا اس لیے کہ وہ سمجھتے ہیں دوسرے لوگ ناواقف ہیں اور اس کا ایک ہی علاج ہے جو یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کی سوانح پر اس کثرت سے اور اس قدر زور کے ساتھ لیکچر دیے جائیں کہ ہندوستان کا بچہ بچہ آپؐ کے حالات زندگی اور آپ ﷺ کی پاکیزگی سے آگاہ ہو جائے اور کسی کو آپ ﷺ کے متعلق زبان درازی کرنے کی جرأت نہ رہے۔‘‘

(الفضل 10 تا 13 جنوری 1928ء بحوالہ خطباتِ محمود جلد 11 صفحہ 271)

اس کے بعد سے جماعت احمدیہ مسلمہ تو باقاعدہ سیرت النبی ﷺ کے جلسے منعقد کرتی ہے۔ آپ (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ مراد ہیں) نے جو چار پانچ نکات دیئے تھے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ بجائے صرف 12/ ربیع الاول کے سارا سال مختلف وقتوں میں سیرت کے جلسے ہونے چاہئیں۔

(خطبہ جمعہ 16/ دسمبر 2016ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 31)

اسی تناظر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک شخص نے سوال

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE
www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store Google play
اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

کیا تو اس کو آپ ﷺ نے خط لکھوایا اور فرمایا کہ میرے نزدیک اگر بدعات نہ ہوں اور جلسہ ہو اس میں تقریر ہو، اس میں آنحضرت ﷺ کی سیرت بیان کی جاتی ہو، آنحضرت ﷺ کی مدح میں کچھ نظمیں خوش الحانی سے پڑھ کے سنائی جائیں وہاں تو ایسی مجلسیں بڑی اچھی ہیں اور ہونی چاہئیں۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کس طرح اپنی اس عشق و محبت کی جو محفلیں ہیں ان کو سجانا چاہتے ہیں یا اس بارہ میں ذکر کرنا چاہتے ہیں، فرماتے ہیں:''خدا فرماتا ہے اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ (آل عمران:32)'' کہ اگر اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ یہ قرآن کریم کی آیت ہے۔فرمایا کہ ''کیا آنحضرتؐ نے کبھی روٹیوں پر قرآن پڑھا تھا؟'' (آج کل کے یہ مولوی مجلسیں کرتے ہیں۔محفلیں کرتے ہیں تو اس قسم کی بدعات کرتے ہیں کہ اس کے بعد روٹیاں تقسیم ہوتی ہیں۔ قرآن پڑھا گیا تو یہ مولود کی روٹی ہے۔ بڑی بابرکت روٹی ہو گئی۔ تو فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ اللہ سے محبت کرنی ہے تو آنحضرت ﷺ کی پیروی کرو اور آنحضرت ﷺ کی اگر پیروی کرنی ہے تو کیا کہیں یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ نے کبھی روٹیوں پر قرآن پڑھا؟)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ''اگر آپ ﷺ نے ایک روٹی پر پڑھا ہوتا تو ہم ہزار پر پڑھتے۔ ہاں آنحضرت ﷺ نے خوش الحانی سے قرآن سنا تھا اور آپ ﷺ اس پر روئے بھی تھے۔ جب یہ آیت وَ جِئۡنَا بِکَ عَلٰی ہٰۤؤُلَآءِ شَہِیۡدًا (النساء:42)'' (اور ہم تجھے ان لوگوں کے متعلق بطور گواہ لائیں گے۔

قرآن سنا ضرور کرتے تھے اور اس پر آپ ﷺ جب یہ آیت آئی کہ آپ ﷺ گواہ ہوں گے تو آپ ﷺ اس پر رو پڑے۔ یہ رونا اصل میں آپ ﷺ کی عاجزی کا انتہائی مقام اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح یہ مقام آپ ﷺ کو عطا فرمایا)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اس سے ''آپ ﷺ روئے اور فرمایا بس کر مَیں اس سے آگے نہیں سن سکتا۔ آپ ﷺ کو اپنے گواہ گزرنے پر خیال گزرا ہو گا''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 162)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''ہمیں خود خواہش رہتی ہے کہ کوئی خوش الحان حافظ ہو تو قرآن سنیں''۔ یہ ہے اتباع آنحضرت ﷺ کی۔ پھر لکھتے ہیں کہ ''آنحضرت ﷺ نے ہر ایک کام کا نمونہ دکھلا دیا ہے وہ ہمیں کرنا چاہیے۔ سچے مومن کے واسطے کافی ہے کہ دیکھ لیوے کہ یہ کام آنحضرتؐ نے کیا ہے کہ نہیں؟ اگر نہیں کیا تو کرنے کا حکم دیا ہے یا نہیں؟ حضرت ابراہیمؑ آپؐ کے جد امجد تھے اور قابل تعظیم تھے۔ کیا وجہ کہ آپ ﷺ نے ان کا مولود نہ کروایا؟' آنحضرت ﷺ نے ان کی پیدائش کا دن نہیں منایا۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 162)

تو یہ تعلیمات ہیں جن پر ہمیں عمل کرنا ہے اور بے شک اسی میں تمام برکات ہیں۔

*ہمارے پیارے امام زماں حضرت مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جماعت کو میلاد النبی ﷺ منانے کے درست طریق بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

''پس آج اگر حقیقی خوشی منانی ہے تو پھر آپ کے اُسوہ پر عمل کر کے منائی جا سکتی ہے جہاں عبادتوں کے معیار بھی بلند ہوں۔ جہاں توحید پہ بھی کامل یقین ہو اور اعلیٰ اخلاق کے معیار بھی بلند ہوں۔ اگر یہ نہیں تو ہم میں اور غیر میں کوئی فرق نہیں۔ اگر ہم عمل نہیں کر رہے تو وہ لوگ جو بکھرے ہوئے ہیں اور عارضی لیڈر اور نام نہاد علماء کے پیچھے چل کر لوگوں کے لئے تنگیوں کے سامان کر رہے ہیں ان میں اور ہم میں کوئی فرق نہیں ہو گا۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کا تقاضا یہی ہے کہ ہر کام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کو سامنے رکھیں۔ اللہ کرے کہ اس کی ہم سب کو توفیق ملے''

(خطبہ جمعہ یکم دسمبر 2017ء)

*حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے گلشنِ وقفِ نَو (خُدّام) کلاس منعقدہ مؤرخہ 10/اپریل 2011ء میں عید میلاد النبی ﷺ کے حوالے سے فرمایا جس کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ ہم عید میلاد النبی ﷺ اس طرح تو نہیں مناتے کہ حلوے، مانڈے بانٹے جائیں اور جلوس نکالے جائیں۔ دو مختلف فرقوں کے جُلوس نکل رہے ہوں۔ آپس میں clash ہو جائے تو لڑائیاں ہو جائیں۔ قتل ہو جائے، جس طرح بعض جگہوں پہ ہوتا ہے۔ لیکن ہم بعض معاملات میں زیادہ ہی rigid ہو گئے ہیں کہ شاید عید میلاد النبی ﷺ منانا بالکل غلط ہے اور خدانخواستہ گناہ والی بات ہے۔ ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ قادیان میں عید میلاد النبی ﷺ، عید والے دِن منائی جاتی تھی۔ 1933ء کی رپورٹس میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ باقاعدہ ایک جُلوس procession ہوتا تھا۔ چراغاں بھی ہوا کرتا تھا۔ گھروں میں لوگ لائٹیں بھی لگایا کرتے تھے۔ ربوہ میں بھی ہوتا رہا ہے۔ بعض دفعہ قادیان میں جھنڈیاں بھی لگائی جاتی تھیں۔

ایسی چیزیں جو بِدعت بن جائیں، نئی نئی باتیں ہو جائیں وہ تو منع ہیں لیکن یہ کہنا کہ بالکل ہم مناہی نہیں سکتے (یہ غلط ہے)۔

اگر کہیں ایسا ماحول ہو جو غیروں کا ماحول ہو اُن میں اگر آنحضرت ﷺ کی پیدائش کا اِظہار کرنا ہو، کیونکہ آپؐ کی پیدائش بھی حضرت ابراہیمؑ کی ایک پیشگوئی کے مطابق تھی اُس لحاظ سے بھی منایا جا سکتا ہے۔ پھر سیرت النبی ﷺ کے حوالہ سے بھی منایا جا سکتا ہے۔ لیکن اُس میں ایسی باتیں پیدا کر لینا جس کا اسلام کی تعلیم سے تعلق نہیں وہ غلط ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ مسجد اقصیٰ ربوہ میں میلاد النبیؐ کے حساب سے جلسے بھی ہوتے تھے۔ چراغاں بھی ہوتا تھا۔ قادیان میں بھی ہوتا تھا۔ مَیں ایک غلط فہمی کو remove کرنا چاہتا تھا کہ ایسا بھی نہیں ہے کہ خدانخواستہ ہم سیرت النبیؐ، میلاد النبیؐ منا لیں گے تو گناہ ہو جائے گا۔ بعض حالات میں بعض لوگوں کو بعض ملکوں میں دِکھانے کے لیے منائی بھی جاتی ہے۔

قادیان میں بھی 1928ء میں بھی 1933ء میں بھی اُس کے بعد میں بھی مختلف جلسوں کی رپورٹس الفضل میں ملتی ہیں کہ عید میلاد النبیؐ منائی گئی۔ سیرت النبیؐ کے جلسے کیے گئے۔ جُلوس بھی نکلا بازاروں میں اور پھر جلسے ہوئے۔ لڑائیاں نہیں ہوئیں جیسے آج کل ہوتی ہیں۔ اسی طرح ربوہ میں بھی لوگ چراغاں کرتے تھے، گھروں کو سجاتے تھے۔

(ماخوز از گلشنِ وقفِ نَو، خُدّام منعقدہ مؤرخہ 10/ اپریل 2011)

خدا کرے کہ ہم صحیح معنوں میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانے کا حق ادا کر سکیں اور آپ کی ﷺ پاکیزہ حیات پر عمل کر کے دنیا کو آپ ﷺ سیرت کا وہ پہلو دکھا سکیں جن کو ان نام نہاد مسلم علماء نے بگاڑ دیا ہے اور جس حسین تعلیم سے روگردانی کر کے آج مسلم اماء تباھی اور بربادی کے عمیق گڑھے میں گرتی جا رہی ہے۔ کاش کہ ہر مسلمان اس بات کا ادراک کر سکے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف پیدائش کی ہی خوشی نہ منائی جائے بلکہ آپ کی کامیاب و کامران زندگی کے ایک ایک دن کی خوشی منائے جائے۔ آپ کی سیرت پر عمل کر کے آپ پر درود بھیج کر اپنے زندگیوں کو اس قالب میں ڈھال کر جیسا آپ ﷺ اپنے امتی سے چاھتے تھے۔ تب ہم میلاد النبی ﷺ کا حق ادا کر سکیں گے۔ اور صحیح معنوں میں آپ کی پیدائش کی خوشی منانے والے ہونگے۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو اس کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین ثمّ آمین

محمدؐ عربی بادشاہ ہر دو سِرا
کرے ہے روح القدس جس کے در کی دربانی
اسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پہ کہتا ہوں
کہ اس کی مرتبہ دانی میں ہے خدادانی

چھوٹی مگر سبق آموز بات

اسلامی اصطلاحات کا استعمال

معاشرے میں اسلامی اصطلاحات کے استعمال میں کمی دیکھنے کو مل رہی ہے اور استعمال کرنے والوں میں سے بعض سوشل میڈیا پر مخفف بنا کر استعمال کرتے ہیں۔ جن کو دیکھ کر طبیعت بے چین ہو جاتی ہے۔ جیسے جزاک اللہ کو Jzk، صلی اللہ علیہ وسلم کو صلعم، Thanks کو Thnx اور دیگر۔

جب ایسے لوگوں نے ان Abbreviation کو اپنے فونز کی Vocublaries میں محفوظ کر رکھا ہے تو ان کی جگہ اصل الفاظ محفوظ کئے جا سکتے ہیں۔ ایسا کرنے سے ثواب ملے گا۔

(درثمین احمد۔ جرمنی)

طلوع وغروب آفتاب

18اکتوبر2021ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	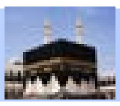	05:01	17:54
مدینہ منورہ	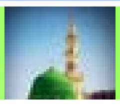	05:03	17:52
قادیان	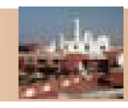	05:12	17:33
ربوہ	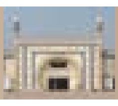	04:52	17:33
اسلام آباد ٹلفورڈ		06:02	18:04